غالب اسٹڈیز

۶

غالبیاتِ نو حصہ ۲

عابد رضا بیدار

رامپور انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز

۱۸۰۰۶، کلاں محل، دہلی ۔ ۶

غالبیاتِ نو

(حصّہ دوم)

عابد رضا بیدار

رامپور انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز

غالب اسٹڈیز — ۶

کوہِ نور پرنٹنگ پریس، دہلی

۱۹۷۰ء

آرزو صاحب (ڈاکٹر مختار الدین احمد) کی نذر

اشاریہ : پاکستانی غالب صدی

ہندستانی غالب صدی

پیشگفتار

پاکستان سے غالب پر غالب صدی سے پہلے چند اچھی کتابیں شائع ہوتی تھیں جن میں ہوبلی خاں کلیم کی کتاب مقامِ غالب (۱۹۶۵ء) شخصیت اور فن کے ایک نفسیاتی مطالعہ کی حیثیت سے غالبیات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے تقریباً ہزار صفحے پر مشتمل احوال و نقدِ غالب کے نام سے محمد حیات خاں سیال نے ہند و پاک کے ۶۲ لکھنے والوں کے معیاری مقالے یکجا کردیئے۔ یہ بھی مفید کام ہوا (۱۹۶۷ء)۔ اسی سال شاداں بلگرامی مرحوم کی شرح روح المطالب شائع ہوئی (جو لکھی ۱۹۴۷ء میں گئی تھی، اس کے ناشر شیخ مبارک علی ہیں۔ شروع کے ۹۰ صفحوں میں شاداں کی طویل لیکن مفید خودنوشت ہے، تسامحات و زلاتِ غالب ہیں اور انتخاب کلام غالب ہے۔ پھر ۴۲۰ صفحوں میں شرح غالب ہے جس میں نظم طباطبائی اور حسرت کو خصوصاً سامنے رکھا ہے، اور کہیں کہیں احسان بن دانش کی رموزِ غالب کو بھی۔ مقدمہ میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ رامپور کے رضا انٹر کالج کے کوئی پروفیسر ۱۹۴۶ء کے آس پاس ایک کتاب چیستانِ غالب لکھ رہے تھے جس کا پھر پتا نہیں کیا حشر ہوا) اصل ذکر مجھے مجلسِ ترقی ادب، لاہور، کا کرنا تھا جس نے اسی سال، ۱۹۶۷ء میں مرتضیٰ حسین فاضل کی ترتیب و تقدیم کے ساتھ تین جلدوں میں ٹائپ میں اپنے مخصوص انداز پر کلیاتِ غالب فارسی شائع کی، اور انھیں فاضل مرتب سے عودِ ہندی کو بھی اسی سال مرتب کرا کے شائع کردیا۔ حالی کی یادگارِ غالب (مرتبۂ خلیل الرحمٰن داؤدی) مجلس ۱۹۶۳ء میں شائع کر چکی تھی۔ ان کتابوں کی اشاعت کی بڑی اہمیت ہے۔

صدی جشن پر پاکستان نے بعض اپج کی باتیں کیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے ایک "غالب چیئر" قائم کردی جس پر وقار عظیم کا تقرر بھی ہوگیا۔ ایک دو بہت خوبصورت ڈائریاں

نکالی گئیں ایک میں ۵۲ غزلوں کے ساتھ صادقین کی بنائی ہوئی اشعارِ غالب پر مبنی تصویریں ہیں جسے یونائیٹڈ بنک نے نفیس مرعوب کن گیٹ اپ کے ساتھ شائع کیا (اس خوبصورت تحفہ پر پتا نہیں کس جذبہ کے تحت مخمور اکبر آبادی نے سخت تبصرہ کیا ہے۔ اور بنک کے بارے میں بھی آخر میں غالب کا یہ شعر تک لکھ دیا ہے:

وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہمدم — وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے)

دو ڈاک ٹکٹ بہت خوبصورت انداز کے، غالب کے اشعار کے ساتھ نکالے گئے۔ ادارہ یادگارِ غالب کراچی، نے ایک پنسل پر ان کی تصویر بنوا کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کرادی۔ ایک خوبصورت کلنڈر بھی تیار ہوا۔ ایک فلم ہندستان کے سہراب مودی کی پیروی میں عطاء اللہ شاہ ہاشمی نے غالب کے نام سے بنائی۔ خواجہ معین الدین نے ایک ڈرامہ کراچی میں اسٹیج کیا "بعنوان" غالب بندر روڈ پر"

اکثر روزناموں، ہفت روزہ اخباروں، نیم ماہناموں اور ڈائجسٹوں نے فروری کی ایک اشاعت غالب کے لئے وقف کی جن میں حریت، الشجاع، مشرق، اخبار جہاں، ہلال (فارسی)، کتاب، امروز، قندیل، آہنگ، گلفشاں کے غالب نمبروں کو اپنے ہلکے پھلکے انداز کے باوجود تبصرہ نگاروں نے قابلِ ذکر سمجھا۔ نقش، کراچی کا مشہور ڈائجسٹ صدی تقریب پر شائع ہونے والی تمام تحریروں کا انتخاب شائع کر رہا ہے جو امید ہے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

بہت وسیع پیمانہ پر اشاریہ غالب تیار ہو رہا ہے جسے سید معین الرحمٰن و سجاد باقر رضوی کے تعاون کے ساتھ مرتب کر رہے ہیں، تین جلدوں میں کام مکمل ہوگا پہلی جلد پنجاب یونیورسٹی کی مجلسِ یادگارِ غالب نے شائع کر دی ہے جس میں غالب کی اپنی تصانیف اور تحریروں کا احاطہ کیا گیا ہے، بقیہ جلدوں پر غالب کے بارے میں آئے گا۔

مجلسِ ترقی ادب لاہور کے مستقل اور مسلسل علمی کاموں کے علاوہ غالب کیلئے مخصوص طور سے کراچی میں ایک ادارہ وجود میں آیا "ادارہ یادگارِ غالب"، فیض جس کے صدر رہیں،

اور مرزا اظفر الحسن معتمد، دوسرے کارگزاروں میں کرار حسین، سبط حسن اور عبد الرؤف عروج ہیں۔ اس ادارہ نے پانچ چھ کتابیں اس موقعہ پر غالب کے بارے میں شائع کیں۔ اسی طرح انجمن ترقی اردو، پاکستان نے اردو اور قومی زبان کے غالب نمبر نکالنے کے علاوہ شوکت سبزواری کی دو کتابوں کو دوبارہ شائع کیا: "فلسفۂ کلام غالب" اور "غالب۔ فکر و فن"۔ رسالہ اردو کے فائل سے غالب پر اہم مضامین کا انتخاب کر کے "غالب نامہ آور" کے نام سے از سر نو پیش کیا [اگرچہ نادم سیتاپوری کی کتاب "غالب نام آورم" کی آخری "میم" کاٹ کے کوئی بڑا کام نہیں کیا!] اور دو کتابیں بالکل نئی نکالیں: ممتاز حسین کی "غالب: ایک مطالعہ" اور قدرت نقوی کی "ہنگامۂ دل آشوب"۔

ان کے مقابلہ میں ہندستان کی انجمن ترقی اردو نے "اردو ادب" کا ایک اوسط درجہ کا غالب نمبر ضرور نکال دیا، باقی اللہ اللہ خیر صلا۔ ہندستان کے ادارہ یادگار غالب، رامپور نے البتہ غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قدیم ترین دیوان کا جو جدید ترین دریافت تھی، عکسی نسخہ چھاپ دیا۔ پاکستان میں غالب کے نسخۂ شیرانی اور نسخۂ حمیدیہ کے ایڈیشن تیار ہو گئے۔ (مرتبہ وحید قریشی و حمید احمد خاں) اور گل رعنا (مرتبہ وزیر الحسن عابدی) کا متن بھی چھپ چکا ہے۔ ہندستان میں مالک رام اسے مرتب کر چکے ہیں۔

ہندستان ہی میں "قاطع برہان" قاضی صاحب کی مرتبہ شائع ہوئی۔ پاکستان میں اس کا اگلا نقش "درفش کاویانی" شائع ہو گیا۔ اس طرح مجموعی حیثیت سے پاکستان کا کام کیفیت اور کمیت دونوں میں ہندستان سے قدمیں کچھ نکلتا ہوا ہی ہے۔ ہندستان البتہ ایک معاملہ میں بہت آگے نکل گیا۔ غالب کا ڈاک ٹکٹ نکلا۔ بمبئی کی ایگل تھوماس نے انگریزی اردو اور ہندی کے اشعار کے ساتھ تھرماس نکالا۔ ادر بھوپال سے ایم رفان نے غالب کی غزلوں کو اس انداز پر لکھا کہ اس سے غالب کا تصویری خاکہ ابھر آیا۔ لیکن ہندستان نے غالب صدی کو بین الاقوامی بنانے میں بڑا رول ادا کیا! بین الاقوامی سیمینار دہلی میں

جس بڑے پیمانہ پر یہاں ہوا، غالب کی صد سالہ یادگار کمیٹی نے جس خوبصورتی کے ساتھ اب تک کی مطبوعات نکالی ہیں، "غالب کا عہد" کے نام سے تصاویر کی نمائش کی اور اس کا تفصیلی کتابچہ شائع کیا، اور غالب ہال کی تعمیر کے لئے جس جوش وخروش سے چندہ ہوا جسمیں خود حکومتِ ہند نے بیس لاکھ روپیہ دیا، صدر مرحوم ذاکر صاحب اور غالب کے قریب ترین اور براہ راست رشتہ دار فخر الدین احمد وزیر صنعت، کی ذاتی دلچسپی کے علاوہ اس میں قاضی صاحب (قاضی عبد الودود) کی دلچسپی کو بہت دخل رہا۔ منصوبوں کو کامیاب بنانے میں مالک رام، یوسف حسین خاں اور کرنل زیدی کے بھرپور تعاون نے بھی پورا حصہ لیا۔ جامعہ ملیہ میں غالب کا ایک شاندار مجسمہ تیار ہوا اور کالج کے میدان میں نصب بھی ہو گیا۔ جامعہ ہی کے شیخ نے ساہتیہ اکادمی کو غالب کی ایک اعلیٰ درجہ کی پینٹنگ پیش کی۔ دہلی یونی ورسٹی میں خواجہ احمد فاروقی نے غالب کے ترجمہ کے مسائل پر ایک کامیاب سیمنار کیا، اور رشید احمد صدیقی کے ایک توسیعی خطبہ کا اہتمام کیا۔ غالب کی ایک تفصیلی ببلوگرافی بھی تیار ہوئی جو شائع نہ ہو سکی (شاید اس لئے کہ انگریزی میں تیار ہوئی ہے)۔ رسالہ اردوئے معلّیٰ بھی غالب نمبر تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک ڈرامہ "کہرے کا چاند" (محمد حسن) بھی اسٹیج کے لئے تیار ہو رہا ہے۔

ڈراموں میں جو اسٹیج ہوئے حبیب تنویر کا "میرے بعد" اور محمد مہدی کا "غالب کون ہے" سامنے آئے اور دونوں خاصے کامیاب رہے۔

حکیم عبد الحمید، ہمدرد نے انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے قیام کے بعد اس سال غالب کی یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۳، ۴ مہینے میں غالب کے مزار کے پہلو میں غالب اکیڈمی کی شاندار عمارت وجود میں آ گئی۔ یوسف حسین خاں کی "غالب اور آہنگِ غالب" علی اکبر ترمذی کی "فارسی خطوطِ غالب" (انگریزی)

اور غالب کے بعض اشعار کے انگریزی تراجم کا ایک مختصر مجموعہ "ھسپرز فرام غالب" اور ایک ہندی کتابچہ "سرل غالب" شائع کیا، اور اس طرح اچھا خاصا کام ہو گیا۔ لیکن اب اس سے بھی بانی کی دل چسپی روبہ زوال ہو چلی ہے جس طرح اس سے پہلے کے انسٹی ٹیوٹ سے۔ اب وہ ایک تیسرے ادارے "میڈیکل انسٹی ٹیوٹ" کے قیام کے سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ کوئی بہت مبارک بات نہیں کہ ہر کام ادھورا چھوڑ دیا جائے جبکہ تھوڑی سی توجہ سے وہ ادارے بہت اچھے ہو سکتے تھے!!

یہ "غالب اسٹڈیز" کا چھٹا شمارہ ہے اور "غالبیات نو" کا دوسرا حصہ؛ پہلا حصہ جنوری ۶۹ء کے شمارہ "نذر غالب" جون ۶۹ء میں شائع ہوا تھا جس میں مندرجہ ذیل کتابوں اور رسالوں پر تبصرہ کیا گیا تھا، جو سب کا سب ہندوستانی سرمایہ تھا:
روزمرہ اور محاورۂ غالب، (محاورات غالب) غالب اور ابوالکلام، بھوپال اور غالب، قاطع برہان و رسائل متعلقہ، اصحاب الغالب، تصویر کا دوسرا رخ، مزاحیہ شرح دیوان غالب۔ اور شاعر (بمبئی) اور جامعہ (نئی دہلی) کے غالب نمبر۔

ہندوستان اور ہندوستان سے باہر انگریزی زبان میں، اور بعض دوسری زبانوں میں غالب صدی کے موقع پر جو کچھ کام ہوا ہے اس پر ہم اپنے کسی اگلے شمارہ میں گفتگو کریں گے، فی الحال اپنی زبان کی بات ہو لے!

موجودہ جائزے میں ہم پاکستان اور ہندوستان کی صدی غالبیات

پھر الگ الگ دو سیکشن کر دیے ہیں۔ زمین پر لکیر کھنچ چکی ہے،
دلوں میں لکیر پڑ چکی ہے ـــ تو میاں غالب! میں آپکو بھی تقسیم ہو جانے
کی نوید کیوں نہ پہنچاؤں - اور ابھی تو آپ پاکستانی غالب اور ہندوستانی
غالب ہی بنے ہیں، وہ دن دور نہیں جب آپ ہندو غالب اور مسلمان غالب
بنے نظر آئیں گے اور دونوں ایک دوسرے سے دست و گریباں!

عابد رضا بیدار

درفشِ کاویانی

یہ مجلس یادگارِ غالب کا گیارہواں کارنامہ ہے جو خود پنجاب یونیورسٹی لاہور کی تخلیق ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے یہ مجلس قائم کرنے کے علاوہ ایک غالب چیئر یا کرسیِ غالب بھی قائم کی جس پر وقارِ عظیم کا تقرر ہوا ہے۔ حمید احمد خاں صدرِ مجلس نے شروع میں مجلس کے منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے " مرزا غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں اس یگانۂ روزگار کے شخصی، فنی اور فکری کمال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو انگریزی داں لوگ اردو نہیں جانتے انھیں غالب کے فکر و فن سے متعارف کرانے کے لئے ایک مفصل کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جارہی ہے۔

ہنگامۂ دل آشوب

انجمن ترقیِ اردو (پاکستان) کراچی نے غالب کی اس کتاب کو شائع کیا ہے جسے سید قدرت نقوی نے مرتب کیا ہے۔ یہ ۱۸۶۷ء کا مطبوعہ فارسی کا منظوم مجموعہ ہے جس میں قاطع برہان کے قضیہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔

غالب کا لکھا ہوا "قطعۂ غالب"، غالب کے قطعہ کے جواب میں عبدالصمد فدآ کا لکھا ہوا قطعہ، غالب کے دو شاگردوں باقر علی آروی اور فخر الدین سخن کے قطعات : قطعہ فدآ کے جواب میں، اور،

قطعہ جواہر سنگھ جوہر شاگردِ ناطق مکرانی، آغا احمد علی احمد کی حمایت میں، باقر اور سخن کی طرف سے جوہر اور فدآ کے قطعات کے جوابات ؛ میر آغا شمس لکھنوی کا اودھ اخبار ۲۵ جون ۱۸۶۷ء میں غالب کے خلاف مضمون اردو نثر میں ؛ اس کے جواب میں سخن کا مضمون اردو نثر میں، اور باقر کا مضمون فارسی نثر میں۔

منشی محمد امیر لکھنوی کا قطعہ اردو میں غالب کی حمایت میں۔

گلِ رعنا

باغِ دودر کے مرتب وزیر الحسن عابدی نے غالب کی اس نادر تصنیف کو بھی مرتب کیا ہے جس کا متن ٹائپ کے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ متن چھپ چکا ہے حواشی تیار ہو رہے ہیں امید ہے اس سال کے اخیر تک تیار ہو جائے گا۔

متن کی ترتیب اس طرح ہے، دیباچہ: (مورخہ "غرہ" ربیع الاول ۱۲۴۴ھ"

اردو (حصہ): ۱۱۷ غزلیں

فارسی (حصہ) قصیدہ ۱، قطعات ۲، مثنوی (چراغِ دیر)

غزلیات ۲۷۔ خاتمہ: (مورخہ) "دوم محرم الحرام ۱۲۴۴ھ"

مہرِ نیمروز (اردو ترجمہ)

۱۰۳ صفحات پر مشتمل عبدالرشید فاضل کا ترجمہ جس پر ان کا پچاس صفحے کا فاضلانہ مقدمہ بھی ہے انجمن ترقی اردو پاکستان نے شائع کیا ہے۔ متن ص ۵۷ سے ص ۲۳۹ تک پھیلا ہوا ہے، ص ۲۸۶ تک حواشی ہیں اور پھر ص ۳۰۱ تک فرہنگ۔ اس کتاب کے مشکل زبان میں ہونے کے سبب ہمارے عہد میں زیادہ تر حوالے تو آتے رہے استعمال میں کم ہی آئی۔ اس ترجمہ سے اب یہ رکاوٹ دور ہوگئی ہے۔ ترجمہ خاصا ہے اور ظاہر ہے ایسے ترجمہ میں بہتر ہونے کی گنجائش رہ ہی جاتی ہے۔

پنج آہنگ: غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ:

ادارہ یادگار غالب نے یہ سب سے اہم کام کیا ہے کہ پنج آہنگ کے آہنگ پنجم میں غالب نے اپنے جو خطوط دیئے ہیں ان کا ترجمہ شائع کر دیا۔ محمد عمر مہاجر نے یہ ترجمہ کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ خوب کیا ہے اکثر جگہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اصلاً اردو ہی میں لکھے گئے ہوں۔ کتاب ۲۰۰ صفحے پر مشتمل ہے شروع میں سبطِ حسن کا دیباچہ ہے۔ دیباچہ مترجم کی طرف سے ہونا تھا۔ نام بھی پوری کتاب کے ایک باب کا ترجمہ ہونے

کے سبب "آہنگِ پنجم" زیادہ مناسب ہوتا۔

باغِ دودر

یہ نظم و نثر کا وہ غیر مطبوعہ مجموعہ ہے جو غالب نے ۱۸۶۷ء میں تصنیف کیا۔ وزیر الحسن عابدی نے جو کتاب کے سرورق کی رو سے دانشکدۂ خاور شناسی، دانشگاہ پنجاب، میں "دانشیار زبان محاورۂ ایران" کے منصب پر فائز ہیں اس مجموعہ کی "تصحیح و تحقیق" کی ہے۔ پہلی بار صرف متن پر مشتمل یہ مجموعہ اورینٹل کالج میگزین میں ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کی دو اشاعتوں میں شائع ہوا تھا۔ جولائی ۱۹۶۸ء میں پنجابی ادبی اکیڈیمی لاہور نے اب اس متن کو تعلیقات مرتّب کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ ۲۶۰ صفحوں میں متن ہے اور ۲۴۰ صفحوں میں "تحقیق نامہ" کے عنوان سے اس متن پر حواشی، کتاب ٹائپ میں چھپی ہے، اور صدی جشن پر ایک اہم تحفہ ہے۔

غالب کا منسوخ دیوان

گیان چند نے عرشی صاحب کو جو مشورہ دیا تھا گویا اسے مسلم ضیائی نے عملی شکل دے دی ہے اور ادارۂ یادگارِ غالب کراچی نے ۴۲۴ صفحات میں اسے شائع کر دیا ہے۔ "عرشی صاحب نے گنجِ معانی میں ترمیم شدہ شکل درج کی ہے جو نسخۂ شیرانی میں ہے" مسلم ضیائی نے اصل صورت بحال رکھی ہے۔ "علاوہ ازیں عرشی صاحب نے اسے متن سے بہت دور اختلاف نسخ کے تحت درج کیا ہے"۔ اساساً اس طور سے نسخۂ عرشی ہی سمجھنا چاہیئے اگرچہ ادھر ادھر سے بھی متفرق چیزیں جمع کی ہیں۔

دیوانِ غالب

صدی جشن پر متعدد اداروں نے غالب کا اردو دیوان شائع کیا

ہوگا۔ ہم تک صرف "مہیری لائبریری" کا نسخہ پہنچا ہے جو ۱۹۶۰ء کے ایڈیشن کی طبع ثانی ہے۔ شروع میں ملک اختر نے غالب کے ناقدوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا انتخاب مناسب ترتیب کے ساتھ بطورِ مقدمہ درج کر دیا ہے۔ ضخامت ۱۵۲ صفحات ہے۔ ہندوستان کے صدی ایڈیشن کی طرح یہ بھی عام آدمی کو سامنے رکھ کے شائع ہوا ہے۔

دیوان غالب: نسخۂ حمیدیہ

نسخۂ حمیدیہ پہلی بار ۱۹۲۱ء میں مفتی انوار الحق کے اہتمام میں بھوپال سے شائع ہوا تھا۔ مفتی صاحب کوئی باقاعدہ غالب شناس تو تھے نہیں اس لیے ایک اچھا ایڈیشن تیار نہ کر سکے۔ اس کا اندازہ غالب شناسوں کو جلد ہی ہو گیا تھا اس لیے ڈاکٹر لطیف، عرشی صاحب اور حمید احمد خاں نے اصل نسخے کی ۱۹۳۸ء کے آس پاس زیارت کی اور کچھ یادداشتیں لکھ لیں۔ اس خیال سے کہ بعد میں تفصیل سے کبھی موقع آئے گا تو پھر دیکھ لیں گے یہ یادداشتیں مجمل ہی رہیں۔ یہ کسے معلوم تھا کہ وہ نسخہ ہی دنیا سے ناپید ہو جائے گا۔

عرشی صاحب نے اپنے نسخے کا متن تیار کرنے میں اپنی اور ڈاکٹر لطیف کی ادھوری نوٹسوں سے مدد لی۔ حمید احمد خاں نے ان دونوں کی یادداشتوں کے ساتھ اپنی یادداشتیں شامل کر کے اب یہ متن تیار کیا ہے جو مجلس ترقی ادب لاہور نے اپنے مخصوص اہتمام سے شائع کیا ہے۔ شروع میں ۲۹ صفحے کا دیباچہ ہے ۲۹۰ صفحات میں متن آیا ہے اور جولائی ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے۔

نوائے سروش: مکمل دیوانِ غالبؔ شرح

غلام رسول مہر نے یہ شرح کی ہے جو متداول دیوان سے آگے بڑھ کے منسوخ دیوان کا بھی احاطہ کرتی ہے۔ شرح اس طرح ہے کہ پہلے لغات دیے ہیں پھر شرح۔ دیوان کی خصوصیت یہ ہے کہ "جامع ہے" اور "مع اعراب" کے ہے۔ نسخۂ عرشی سے استفادہ کا ذکر ہے۔ چھوٹے سائز کے ۱۰۹۶ صفحات ہیں۔

دبستانِ غالب

مکتبۂ الفتح لاہور نے ناصر الدین ناصر کی ۱۲۴۳ صفحے کی یہ شرح شائع کی ہے جو شرحوں کے عام نہج سے ہٹ کے مرتب کی گئی ہے۔ بقول جعفری مقدمہ نگار، "مصنف نے شرحوں، حاشیوں، تفسیروں کے مروج طریقہ سے ہٹ کے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ تقریباً پورے دیوان کی شرح" اس طرح کی ہے کہ مختلف عنوانات کے تحت بحث کی ہے۔ عنوانات یہ ہیں:-

(۱) نقشِ فریادی (۲) اعجازِ سخن (۳) کیفیتِ استغراق (۴) ادائے خاص (۵) تصویر نگاری (۶) شوخیٔ تحریر (۷) سلاستِ بیان (۸) عقدہ ہائے مشکل۔

شروع میں ایک "بصیرت افروز معلوماتی مضمون" ہے جو ۱۳۵ صفحوں پر مشتمل ہے۔

صفحہ ۱۳۶ تا صفحہ ۱۴۱ شرح ہے اور صفحہ ۱۴۱ تا صفحہ ۱۴۳ "مقامِ غالب" کے عنوان سے، مجموعی طور پر غالب کا جائزہ لیا ہے۔

مفہومِ غالب

صاحبزادہ احسن علی خاں ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی (علیگ) کی ۵۱۵ صفحات پر مشتمل، غالب کے اردو دیوان کی شرح جو مارچ ۱۹۶۹ء میں مکتبۂ میری لائبریری لاہور نے شائع کی ہے۔ پہلے مشکل الفاظ کے معانی درج کر دیئے ہیں پھر مطالب بیان کرتے ہیں۔ بالعموم اچھا انداز ہے، سمجھنے کا بھی، سمجھانے کا بھی۔ مطلب بیان کرنے کے بعد اسی قسم کا کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر ہوتا ہے تو وہ لکھ دیتے ہیں مثلاً: کیا کیا خضر نے سکندر سے ✤ اب کسے رہنما کرے کوئی۔ اس شعر کا مطلب لکھنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ۔ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

سرودِ غالب

غلام علی اینڈ سنز نے یوسف بخاری دہلوی کی یہ ترتیب مرتضیٰ حسین فاضل کے مقدمے کے ساتھ شائع کی ہے۔ عرصہ سے میری ایک تجویز تھی کہ غالب کے فارسی اردو، نظم و نثر سارے کلام کو از سر نو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ اس کے خیالات افکار کا پورا پورا علم ممکن ہو سکے۔ اس کے لیے اشعار کو نثر کی شکل بھی دی جا سکتی ہے یوسف بخاری کی یہ ترتیب دیکھ کر ایک حد تک خوشی ہوئی کہ پیمانہ محدود سہی کم سے کم مرکزی خیال وہی رہا ہے کہ اردو اشعار کو باب وار ترتیب دیا جائے۔ بعض اشعار جو ایک سے زیادہ پہلو رکھتے ہیں انھیں ان کی مختلف جگہوں پہ دوبارہ یا سہ بارہ بھی نقل کر

لیا گیا ہے ۔ضرورت ہے کہ خیال کی اس لے کو اور بڑھایا جائے ۔

غالب کا فن

عبارت بریلوی کی مختصر تصنیف ہے، صرف ۲۸۰ صفحے کی، جسے گلوب پبلشرز لاہور نے شائع کیا ہے ۔ابواب کے عنوانات سے اس کتاب کے بارے میں کس قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے جو اس طرح ہیں :

(۱) اہمیت (۲) عوامل اور محرکات (۳) موضوع اور فن کی ہم آہنگی (۴) وزن و آہنگ (۵) روایت کے اثرات (۶) علامات و اشارات (۷) رمزیت اور ایمائیت (۸) تصویر کاری اور پیکر تراشی (۹) زبان و بیان (۱۰) ماحصل۔

دودِ چراغِ محفل

سید حسام الدین راشدی کی یہ کتاب جو ۱۷۲ صفحوں پر مشتمل ہے جس کا انتساب غلام رسول مہر کے نام ہے اور جسے ادارہ یادگار غالب کراچی نے شائع کیا ہے براہِ راست غالب پر نہیں لیکن ان سے متعلق ضرور ہے ۔ مؤلف فارسی اور سندھی کے معروف اسکالر ہیں یہاں بھی انھوں نے ایک فارسی موضوع ڈھونڈ نکالا ہے ۔ یہ پانچ ایسے شاعروں پر مؤلف کے مضامین کا مجموعہ ہے جو کسی نہ کسی طرح غالب سے متعلق رہے ہیں: گل محمد خاں ناطق کرمانی (معترضِ غالب)، منشی محمدی خادم بردوانی (غالب کے ملاقاتی) مولوی احمد حسن رسوا بجنوری (غالب کے ہم نوا: ان کے اردو اشعار بھی دیئے ہیں فارسی کے علاوہ)، شاہ باقر علی باقر بنگالی (شاگردِ غالب)، مولانا دلاور علی طرزی بابوڑی (شاگردِ غالب)

دیباچہ میں مؤلف نے لکھا ہے کہ غالب صدی کی تقریبات کا زمانہ قریب آتا گیا تو اصل غالبیے وقت آنے پر اس طرح کھسک گئے جس طرح نادر شاہ کے آنے پر محمد شاہ

کے پالے ہوئے امیر اور سپاہی؟ ۔ اس لئے قرعۂ فال مؤلف پر پڑا ۔ میرا خیال ہے کہ یہ معقول معذرت ہے اور ایسی تمام کتابوں کے لئے وجہ جواز بھی ؛

بزمِ غالب

یہ کتاب بھی ادارہ یادگارِ غالب، کراچی نے عبدالرؤف عروج سے "ڈیڑھ دو مہینے کے اندر" مرتب کرا کے شائع کی ہے جس میں ۱۶/۴/۲۴۴ صفحے ہیں اور غالب کے وہ معاصرین جن کا ذکر غالب کی اردو اور فارسی تحریروں میں آیا ہے" ان کے بارے میں مستند ماخذ سے جن کے حوالے ہر تذکرہ کے آخر میں دیئے ہیں مختصر لیکن ضروری تفصیلات کے ساتھ سارے معلومات یکجا کر دیئے ہیں ترتیب ابجدی ہے اور مرزا ابوالقاسم خاں اور حکیم احسن اللہ خاں کے ذکر سے کتاب شروع ہوتی ہے۔

تماشائے اہلِ کرم

کراچی کا ادارہ یادگارِ غالب (جس کے صدر فیض ہیں)، مرزا ظفر الحسن جس کے کرتا دھرتا ہیں، انھوں نے ادارہ کی طرف سے منعقدہ تقریب کی روداد اس کتاب میں درج کی ہے۔ شروع میں "غالب ہمارا تہذیبی ورثہ" کے عنوان سے کرار حسین کا ایک مضمون بھی شامل ہے۔ کتاب ۱۱۲ صفحے کی ہے۔

نذرِ غالب

سرگودھا اکادمی کی یہ پیش کش جسے غلام جیلانی اصغر نے مرتب کیا ہے جس کے سرورق پر طاہر سید رامپور (ہندستان) کے ایک فن کار کے بنائے ہوئے مجسمہ کا فوٹو ہے جس کی اصل رام پور کی رضا لائبریری میں محفوظ ہے ۱۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جس میں حسب معمول غالب کی طرح میں کچھ غزلیں ہیں، سید قاسم رضوی (ستارۂ قائد اعظم) کا پیش لفظ ہے۔ اور پھر مندرجہ ذیل

مقالے ہیں جو کسی نہ کسی لحاظ سے سب کے سب پڑھے جانے کے لائق ہیں:

غالب ایک جدید شاعر (وزیر آغا) غالب کی دو رنگی (سہیل بخاری) غالب ایک آدمی ایک انسان (غلام جیلانی اصغر) غالب کی مشکل پسندی (انور سدید) غالب کی ایک مثنوی: ابر گہربار (قیوم شاکر) غالب کی انا (اختر امان) غالب بعادِ ثلاثہ کا شاعر (سجاد نقوی) غالب کی داستانِ حیات (وقار النسا آغا)

آخری صفحہ پر ایک اعلان بھی ہے کہ "نقوش غالب" (کے نام سے) سرگودھا اکادمی غالب کی صد سالہ برسی پر پڑھے جانے والے مقالات کا ایک یادگار انتخاب مارچ میں شائع کر رہی ہے۔ یہ کتاب نثری اور شعری نگارشات اور حسن طباعت کا ایک معیار قائم کرے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہوگا، مجھے نہیں ملا۔

صحیفہ (لاہور) غالب نمبر (۱)

وحید قریشی اور کلب علی خاں فائق کا مرتبہ پانچ سو صفحات پر مشتمل ٹائپ میں چھپا ہوا یہ پہلا نمبر، جو چار نمبروں میں جا کے تمام ہوتا ہے، جنوری ۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل مقالات ہیں، جو سب کے سب کسی نہ کسی لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں:

"غالب کا زمانہ" (شمس الدین صدیقی) "آب حیات کے مسودے میں غالب کے حالات" (آغا محمد باقر، بنیرہ آزاد) "مرزا غالب کی ایک ہی غزل" (حکم چند نیر) — جو بھوپال والی غزل کی طرح بنائی ہوئی لگتی ہے۔ "بسلسلۂ غالب" (اکبر علی خاں) "غالب کی تاریخ گوئی" (کسری منہاس) "غالب اور ان کی ہمعصر صحافت" (عبد السلام خورشید) "غالب پر ابو الکلام آزاد کا ایک مقالہ" (عتیق صدیقی) "غالب اودھ اخبار میں" (مرتضیٰ حسین فاضل) "غالب اور ذال معجمہ" (سید قدرت نقوی) "محاسنِ خطوطِ غالب" (غلام حسین ذوالفقار) "قاطع القاطع" (قاضی عبد الودود) "غالب کا سکہ"

شعر" (خواجہ احمد فاروقی) "مرزا غالب کا سفر کلکتہ اور بیدل" (عبد الغنی)
" ابرِ گہر بار" کا ایک پہلو" (اسلوب احمد انصاری) "کلام غالب میں تمثالِ
شعری کا مقام" (اختر اقبال کمالی) "غالب ایک جدید شاعر" (وزیر آغا)
" غالب کی مشکل پسندی" (انور سدید) افکارِ غالب کے نئے زاویے"
(غلام رسول مہر)۔ نریتون عمر ("ایک دن") اور صوفی نیاز ("نہیں آتی") کے ایک
ایک غزل کے انگریزی متراجم، اور آخر میں "یورپ میں غالب کی صد سالہ برسی"
(آغا افتخار حسین) [جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ "Sammlung" جرمنی کے
مجلہ میں بوسانی کا جو مقالہ نکلا ہے اس کے مقالہ کا اردو میں شکل سے ملے گا]
تحقیقات نثرِ غالب کے عنوان سے نجم الاسلام نے اردو نثر کو پیشِ نظر رکھ کر محنت سے اچھا کام
کیا ہے اور حذفِ کافِ بیانیہ، انھیں بجائے انہی، کرکر کا استعمال وغیرہ،
اس طرح تقسیمیں کرکے تفصیل دی ہے۔ آخر میں اصولِ املا بھی دیا ہے۔
عندلیب شادانی مرحوم کی یہ شاید آخری مطبوعہ ادبی یادگار ہے جو صحیفہ میں
محفوظ ہوئی ہے: انھوں نے "پنج آہنگ میں مرزا کے اسلوب نگارش" یہ لکھا ہے۔
ان کا کہنا ہے کہ غالب ابوالفضل سے متاثر تھے، پرچھائوں البتہ بیدل کا بھی ہے۔
اور، ابوالفضل کے بھی خاص طور سے اس اسٹائل سے جو آئینِ اکبری" میں ہے۔
پھر آئین کے اسٹائل کا تجزیہ کیا ہے اور خصوصیات دی ہیں جو باسانی غالب
کے یہاں واقعتاً مل جاتی ہیں۔ آخر میں ایک صفحہ بھر میں بیدل کے معمولی
اثر کے بھی ثبوت دیے ہیں۔

محمد منور کا مقالہ" مرزا غالب کی فارسی غزل" صدی کے موقع پر فارسی
کلام پر جتنے مقالے لکھے گئے ہیں انہیں سب سے اچھا مقالہ ہے۔ مقالہ نگار
کا لکھنے کا اسٹائل بھی دلآویز ہے، جس طرح جیلانی کامران کا مقالہ" غالب

کی تہذیبی شخصیت کا تعارف" اپنے رنگ میں منفرد ہے۔ اس مقالہ میں بعض اہم نکتے اٹھائے گئے ہیں۔ مثلاً:

" غالب کی عظمت کا درست اندازہ کرنے کے لئے اسی علم کی پیروی [یا بازیافت!] ضروری ہے جس علم نے غالب کی تربیت کی تھی .... غالب کو اس کی اپنی تہذیب ہی کے حوالے سے پہچانا جا سکتا ہے، اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسلمانوں کی تہذیب کسی دوسری تہذیب سے سمجھوتا نہیں کرتی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ زمانۂ حال کی ادبی تنقید اپنے نہایت مفید طریق کار کے باوجود غالب کی عظمت کا جائزہ مطالعہ نہیں کر سکی۔"

" غالب کی غزلوں میں ایک شعر مرکزی ہوتا ہے، اور دوسرے اشعار اس مرکزی شعر کا پس منظر بناتے ہیں۔"

" اس کی عظمت کا بنیادی سبب یہی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو نظام فکر کی مدد سے انسان کے جس مقدر کی خبر دی وہ مقدر صرف مسلمانوں کی تہذیب ہی سے وابستہ ہے۔"

" غالب کی شاعری نقش، انسان، اور ضمیر غائب کی شاعری ہے .... نقش کے ساتھ رفت و گزشت کے معنی بھی وابستہ ہیں ... نقش قدم، نقش خیال یار، نقش سویدا ان ترکیبوں کو غالب کی غزلوں کی روشنی میں جانچتے ہوئے یہ احساس ہوگا کہ نقش کا اپنا کوئی وجود نہیں ہے اس کی صفت مغلوب ہے اور اس کا فاعل غیر موجود ہے۔ فاعل کی غیر موجودگی ان معانی میں غیر موجودگی ہے جن معانی میں نقش کی موجودگی ثابت ہے۔ غالب نقش کو ان معانی میں قبول کر کے جہاں اپنی تہذیب کا سب سے بڑا سوال پوچھتا ہے ــــــ نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا؟ ــــــ وہیں

یہ پیکرِ تصویر کے کاغذی پیرہن کا اقرار بھی کرتا ہے. یعنی یہ سوال ایک ایسی دنیا میں پوچھا جا رہا ہے جہاں ہر شے کا چہرہ محض ایک عکس ہے، اور یہ عکس کاغذی پیراہن کی طرح رفت و بود کا پابند ہے. دوسرے لفظوں میں یہ سوال یوں ہے کہ عالمِ حوادث اگر عالم موجود ہے تو اس کے وجود کو کیسے باور کیا جا سکتا ہے جبکہ ہر شے صورت در صورت (پیکرِ تصویر) ہے اور اس کے لباس کا کاغذ بھی دیرپا نہیں ہے؟ کلامِ غالب کی ابتدا جس غزل سے ہوتی ہے اسی غزل میں غالب کے شعری فلسفہ کی تمام تر جزئیات بھی موجود ہیں........اس غزل کے حتمی و قطعی معانی تلاش کر لیے جائیں تو غالب کی غزلوں کے معانی بڑی آسانی سے واضح ہو سکتے ہیں"

یہاں تک بات دلچسپ بھی تھی خیال انگیز بھی. اب اسکے بعد جو کچھ ہے وہ منجملہ واردات و ملہمات ہے، ہم جیسے آنی و فانی بندوں کے سمجھنے کی چیز نہیں، لیکن جتنا حصہ میں نے نقل کیا ہے وہ ایک بار پھر پڑھنے اور قابلِ توجہ ہے۔

نظیر صدیقی کا مقالہ" غالب کی فنکارانہ ہمہ گیری" بھی الگ سے قابلِ ذکر ہے اور غالب کا ایک اچھا بھرپور مطالعہ ہے. اور اچھا ہوتا اگر جیلانی کامران کی طرح وہ بھی دامانِ خیالِ یار، کو چھوڑ کے ادھر ادھر بہتے نہ چلے جاتے۔

صحیفہ: غالب نمبر ۲

۱۳۱ صفحات پر مشتمل اپریل ۶۹ کی اشاعت، دوسری قسط میں مندرجہ ذیل مشتملات ہیں:

غالب کی شاعری میں تسکینِ ضمیر (ابن فرید) بٹی ہوئی شخصیت کا مسئلہ (رشید امجد) غالب، ہیئت شناس و ہیئت ساز (افتخار جالب) غالب کی دو رنگی (سہیل بخاری) غالب اور خودداری (گوپی چند نارنگ) غالب کا شعورِ کائنات (عتیق احمد) غالب اور شعورِ حیات (تنویر احمد علوی) کلامِ غالب میں طنز و ظرافت (یوسف جمال انصاری) غالب اور فلسفۂ ویدانت (حافظ عباد اللہ فاروقی) —
- اور "غالب کی مشکل پسندی" از شمس الرحمٰن فاروقی۔ آخرالذکر مضمون دوسروں سے الگ تھلگ، اور غالب کی تفہیم کے سلسلہ میں کارآمد اور اہم مواد کا حامل ہے۔ اور اس موضوع پر پہلی بار ایک سیر حاصل تحریر سامنے آئی ہے۔ اس میں خاص نکتہ یہ ہے کہ غالب کے یہاں اشکال نہیں ابہام ہے جو اشکال سے کہیں زیادہ بلند منصب کی چیز ہے اور یہ کہ "اشکال عموماً شعر کا عیب ہے اور ابہام حسن"، یہ بات بھی وزن رکھتی ہے کہ "غالب کا گھریلو ماحول اس بات کا طالب تھا جس طرح جوش کا، کہ اس میں پروان چڑھنے والا شاعر قلندرانہ آزردہ روی کے بجائے شاہانہ آزردہ روی اور بلند کوشی کا حامل ہو۔ نظیر اگر جوش کے گھرانے میں جنم لیتے تو شاید وہ بھی کڑکتے گرجتے ہوئے شعر کہتے"۔ اور یہ کہ — استعارہ اس حقیقت سے بڑا ہوتا ہے جس کے لئے وہ لایا گیا ہوتا ہے۔ غالب کے یہاں استعارہ چونکہ شعر سے الگ نہیں ہو سکتا اس لئے الگ کرنے کی کوشش شعر کا خون کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ہو جائے لیکن اور کچھ نہیں ہاتھ آ سکتا"۔ "غالب کے یہاں جس ہوش مندی کی کارفرمائی ملتی ہے اس کے لیے دانشورانہ، مبہم اور پیچیدہ اسلوب کے سوا کوئی اور اسلوب مناسب ہی نہ تھا۔ اشیاء کو تہ بہ تہ سمجھنا اور انھیں اس طرح پیش کرنا کہ ان کی تمام تہیں بہ یک وقت دکھائی دے سکیں، یہ جنون کے انداز نہیں ہیں۔ جنون مثلاً (میر کا جنون) اشیاء کی وحدت کو پہچانتا ہے،

پیچیدہ حقیقتوں کو آئینہ کر کے پیش کرتا ہے۔ عقل اشیا کی نیرنگی کو پہچانتی ہے اور
سہل حقیقتوں میں بھی وہ جہتیں ڈھونڈتی ہے جو دوسروں کی نظر سے پوشیدہ
ہیں عقل کا اسلوب سادہ نہیں ہو سکتا۔" اسی مقالہ میں "منظور شدہ اشعار (اطری
اشعار ؟ یا قبول کردہ اشعار ؟) ـــــ اور یہ جملہ :

"ہم سب نے ساحر لدھیانوی کو نوعمری میں بہت پڑھا تھا لیکن اب شاید
ہی کوئی ان کا دلدادہ ہو (شاید ہی کوئی ، کا اس طور پر استعمال ساحر جیسے شاعر کے
سلسلہ میں ، اچھی تنقید کے منافی ہے تعمیم ہمیشہ گمراہ کن ہوتی ہے خصوصاً جب اپنا
ذوق و نظریہ دوسروں پر منڈھ دینے کی کوشش ہو) محض میں ٹاٹ کے دو پیوند
ہیں۔

مضمون میں ایک جگہ غالب کے ایک شعر کے جنسی dimension کی بھی
وضاحت کی گئی ہے ، جو غالب کے ابہام پسند ہونے کے باوجود اس کے مضمون کو
زیادہ مقالہ نگار کی توجیہ لگتی ہے۔ علامات کا استعمال غالب کے ذہن میں اس طور
پر نہیں تھا ، جیسے آج کے ذہن میں آتا ہے۔ شعر یہ ہے :

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے ۔۔۔ سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

ـــــ مجموعی طور سے صحیفہ کے یہ دونوں نمبر بلکہ غالب صدی پر ایک اہم پیش کش
بن جاتے ہیں ، اور اگرچہ پہلے نمبر کے مقابلے میں دوسرا نمبر ضخامت اور اہمیت
دونوں کے لحاظ سے کمتر ہے تاہم پچھلے نمبر کی کڑی ہے اس لئے اُسے مسلسل
ہی شمارہ کیا جائے گا اور پہلا دوسرے کی اشک شوئی کرے گا۔

صحیفہ : ح ۳ (لاہور)

جولائی ۶۹ء میں صحیفہ کا تیسرا غالب نمبر نکلا ہے جس میں مندرجہ ذیل تحریریں شامل
ہیں : نسخۂ حمیدیہ کی فروگزاشتیں ، نسخۂ بھوپال کی روشنی میں (امتیاز علی عرشی) ، نسخۂ عرشی

کی تدوین میں استعمال شدہ منتشر مواد کو یکجا کر کے پیش کیا گیا ہے۔ نیا دور لکھنؤ میں بھی شائع ہو چکا ہے] دیوانِ غالب نسخۂ بھوپال پر ثبت دستخط اور مہریں (سید حامد حسین)۔ غالب اور صفیر بلگرامی (مشفق خواجہ) غالب اور مارہرہ (محمد ایوب قادری) غالب کا ایک خط، اور ناظم سے منسوب غزل (اسرار الحق) [ایک اہم خط جو رام پور سے کسی صاحب کو لکھا گیا ہے، اور جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ناظم کو غالب کہہ کر نہیں دیتے تھے۔ اگر خط میں کوئی جعل ثابت نہیں ہوتا ہے تو پھر یہ ایک بڑے مسئلہ کو سلجھا دے گا۔ لیکن فی الحال خود مجھے اس خط کے بارے میں شبہات ہیں] کلامِ غالب میں طنز و ظرافت۔ قسط دوم (یوسف جمال انصاری) غالب کے دو جعلی شاگرد اور ایک جعلی تحریر (خلیق انجم)۔ غالب اور اصول لغت نگاری (شوکت سبزواری)

صحیفہ: ج ۴ (لاہور)

غالب اور صفیر بلگرامی؛ قسط دوم (مشفق خواجہ) غالب اور غالب تخلص کے اردو شعرا (فرمان فتحپوری) یادگار غالب اور مقدمۂ شعر و شاعری میں غالب کے بعض اشعار (سعادت علی صدیقی)، غالب اور ہمارا قومی شعور (فتح محمد ملک)، غالب کا ذہنی وطن: ایران (میرزا ادیب) غالب کا سیاسی ماحول (محمد باقر) غالب کی ادا شناسی اور نوا سنجی (عشرت رحمانی) غالب کی تفہیم (عابد رضا بیدار) غالب کے دو شاگردوں کے متعلق دو سوال۔ سیف الحق ادیب؛ عبد الرحمٰن تحسین (اسمعیل پانی پتی) غالب کے پانچ اشعار کا فرانسیسی ترجمہ (لئیق بابری) غالب کے اشعار پر نثری تضمین (ایم اسلم)، غالب اور ان کی بیگم، دیوانِ غالب میں سے ایک شعری مکالمہ (امتیاز علی تاج)

یہ نمبر، جو اکتوبر میں شائع ہوا ہے صحیفہ کے غالب نمبروں کا غالباً آخری شمارہ ہے۔ اور اس طرح یہ سلسلہ چار نمبروں میں جا کے تمام ہوا ہے اور چٹکلوں کو نکال بھی دیا جائے تو بھی اچھی خاصی تعداد ایسی تحریروں کی بچ رہتی ہے جو غالب پر کام کرنے والوں

کے لئے ہمیشہ مفید اور کارآمد رہے گی۔ مجلس ترقی ادب لاہور اور صحیفہ کے مرتبین وحید قریشی اور کلب علی خاں فائق اس کے لئے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

العلم (کراچی)

الطاف علی بریلوی نے محمد ایوب قادری کی مدد سے یہ نقوش جیسی ضخامت کا نمبر شائع کیا ہے لیکن نقوش کے بجائے اسے ہندستان کے فروغِ اردو کے نمبر کے مقابلہ پر رکھنا زیادہ مناسب ہوگا: "بقامت بہتر بقیمت کہتر"۔ اداریہ سے غالب شناسی کے معیار کا اندازہ آسانی سے ہوجاتا ہے جس میں یہ جملے بھی ہیں:

"اپنے محترم دوست مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے مرتب کردہ مکاتیب غالب کو جب میں دیکھتا ہوں تو بڑا ہی رنج ہوتا ہے، خودبین وخود نما والیانِ ریاست رام پور نے تھنے متے عطیات کے لئے غالب جیسے عالی ظرف اور خوددار انسان سے کیسی کیسی گھٹیا خوشامد کرائی اور پھر مرغِ بسمل کا دنیا کو تماشا دکھانے کے لئے اس کی عرضداشتوں کو خاص حفاظت سے رکھا گیا اور اس باعث ننگ وعار مجموعۂ عرائض کو زیورِ طبع سے بھی آراستہ کرادیا گیا"۔

مندرجہ ذیل مضامین پر یہ نمبر مشتمل ہے:

غالب کا تذکرہ آثار الصنادید میں (سر سید) ممتاز حسن، اشتیاق حسین قریشی، حسام الدین راشدی اور سید ہاشم رضا سے انٹرویو (ایوب قادری) غالب کے آبا و اجداد (نصیب اختر) غالب (ممتاز حسین) خستہ حال غالب (وحید احمد مسعود) غالب میری نظر میں۔ (حبیب اللہ غضنفر) غالب کا دہلی میں قیام (نصیب اختر) کیا غالب دلی تھا۔ (احترام الدین احمد شاغل) مثنوی غالب درتائید مسائل اختلافیہ (محمد حفیظ اللہ پھلواروی) غالب اور ۱۸۵۷ء کے مصائب (ابو سلمان شاہجہان پوری) غالب کا کتب خانہ (محمد زبیر لائبریرین نیشنل کالج، کراچی) چھیڑ غالب سے چلی جائے (فضل احمد صدیقی)، غالب کے حالات

میں پہلا مضمون)، وفات کے بعد: مطبوعہ "اردو اخبار" ۱۲ مارچ ۱۸۶۹ء ماخوذ بشکل خلاصہ از گارساں دی تاسی (فرمان فتحپوری) مرزا غالب اخبارات کے آئینہ میں: ماخوذ از تاریخ صحافت اردو مصنفہ امداد صابری (سید مصطفیٰ علی بریلوی)، غالب کی قدر وفات کے بعد (محمد عبداللہ قریشی) [یوم غالب ۱۹۳۶ء کے موقع پر علامہ اقبال نے دو شعر بھیجنے پر اکتفا کی، جو ان کے کسی مجموعہ میں نہیں ہیں:

دریں محفل کہ افسون فرنگ از خود برد آور

نگاہے پردہ سوز آوردہ دانائے راز آورد

مے ایں ساقیان لالہ رو ذوق نمی بخشد

ز خمخانہ حضرت غالب... پیمانہ باز آورد

یہ شعر ساقی دہلی کے ۲۱ - ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء کے شمارے میں چھپے ہیں] غالب کی آخری آرامگاہ: ایک تاریخی جائزہ (نادم سیتاپوری) کشاف راز فطرت (ڈاکٹر سید محمود) [غالبا نظامی بدایوں کے ایڈیشن کا مقدمہ] داستان فرہاد اور غالب کا تصور محبت (غلام رسول مہر) غالب اور گوئٹے (مخمور اکبرآبادی) (اہم مضمون ہے] غالب اور صہبائی (غلام مصطفیٰ خاں)، غالب نامہ آورم (سید علی حسنین زیبا ردولوی) [تجزیہ کلام غالب نام کی مطبوعہ کتاب کا مقدمہ] شاعر نغز گوئے خوش گفتار (طاہر حسین نقوی)، کلام غالب میں تصوف کے عناصر (ثنا الحق) غالب اور مسائل حیات (لطیف احمد) غالب کی فلسفیانہ شاعری (حکیم زیدی) غالب کی شاعرانہ مقبولیت وعظمت (فصیح الدین بلخی مرحوم کی کتاب "تجزیہ کلام غالب" سے ماخوذ) غالب اور اردو شاعری (آل حیدر)، کلام غالب میں شاعرانہ تعلّی (ناظر انصاری) غالب اور علم نفسیات (سردار احمد خاں) غالب اور علم نجوم (ابراہیم خلیل) مرزا غالب کا علم کلام (سعید انصاری) کلام غالب کی مقبولیت (اسمٰعیل پانی پتی) [سید او سافِ علی کے انداز پر یا صالحہ عابد حسین کے انداز پر کہہ لیجئے، غالب کے مشہور و زبان زد اشعار دیئے ہیں اور خاصی تعداد میں دیئے ہیں] "اوراق گل" رامپور سے

شائع شدہ کتاب میں شامل شعراء نے غالب کے جو اشعار پسند کئے (خورشید مرزا) خطوطِ غالب میں اشعارِ غالب (سہیل برکاتی) غالب نے اردو میں خط و کتابت کب سے شروع کی (قاضی عبدالودود) [کم سے کم دو خط ۱۸۵۰ء سے پہلے کے ملتے ہیں] کلامِ غالب میں وہ الفاظ جو متروک ہیں — (حبیب اللہ رشدی مرحوم) کلامِ غالب اور لفظی صنائع (ماہر القادری) اردو سے معلّیٰ پر ایک نظر (نظر حسنین زیدی) [اچھا مطالعہ ہے] کلامِ غالب اور صنائع و رعایت (محمد قطب الدین) کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب (سید انیس شاہ جیلانی) [غالب نے خطوں میں یا اپنی تنقیدوں میں جو گالیاں دی ہیں ان کا تجزیہ ہے] غالب کے ہمعصر سندھ کے اردو شعرا (میمن عبدالمجید سندھی) غالب کے دیکھنے والے جنھیں میں نے دیکھا (ملا واحدی) [اہم مضمون ہے۔ اس کے حاشیہ میں ملا واحدی کے ایک خط سے اقتباس دیا ہے جس میں "مرزا غالب قید فرنگ میں" کا عنوان دے کر آصف علی کے غالب کی حوالات میں چند گھنٹے گزار آنے کا تذکرہ ہے، خود آصف علی کی زبانی] مرزا تفتہ خطوط کے آئینہ میں (محمد سجاد ساجد) حکیم غلام نجف خاں، غالب کے ایک شاگرد (حکیم محمود برکاتی) منشی بالمکند بے صبر (ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی) صوفی منیری تلمیذ غالب (رخشاں ابدالی) مرزا غالب سے معاصرین کی چھیڑ چھاڑ (ایوب قادری) پیروان بیدل و غالب دکن میں (سخاوت مرزا) غالب کا ایک پرستار، عرش فاروقی بریلوی (سید مصطفیٰ علی بریلوی) تذکرہ مظہر العجائب اور مرزا غالب (مسلم ضیائی) نسخہ حمیدیہ اور بجنوری (امتیاز علی عرشی) دیوان غالب کے مختلف ایڈیشن (محمد عالم مختار حق) غالب کی چند معدوم تحریریں (سید معین الرحمٰن) کتابیات غالب کانفرنس کے کتب خانہ میں (سید مصطفیٰ بریلوی) غالب کے بارے میں چند سخنہائے گفتنی (حامی الدین خاں) اور: نقد و نظر: غالب کے بارے میں نئی کتابوں اور رسالوں پر تبصرے۔

نگار پاکستان (کراچی)

فرمان فتحپوری کا مرتبہ ۱۶۰ صفحے کا یہ نمبر جس میں زیادہ تر مطبوعہ چیزوں کو دوبارہ شائع کر دیا ہے اس میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں: غالب کی زندگی (مالک رام) غالب کا معیار شعر و سخن (نیاز فتحپوری) غالب کی شخصیت (شوکت سبزواری) غالب کی شاعرانہ خصوصیت (نیاز) غالب، مومن، ذوق (حامد حسن قادری) غالب کے نقاد (مہر) غالب پھر اس دنیا میں (فراق) غالب ہمہ رنگ (مجنوں) غالب کا ذہنی ارتقا (آل احمد سرور) غالب کی بت شکنی (احتشام حسین) غالب اور تقلید میر (محمد عظیم فیروزآبادی) غالب کا فلسفہ (ابو محمد سحر) غالب کے کلام میں استفہام (فرمان فتحپوری) غالب کے اسلوب سخن کا ایک پہلو (فرمان) غالب کا اسلوب (خلیل صدیقی) فارسی غزل گو شعراء میں غالب کا مرتبہ (نیاز) غالب کی فارسی شاعری (برہم اتھ دت) غالب و فغانی — (انعام الحق کوثر) بعض مضامین نئے معلوم ہوتے ہیں۔ نئے پرانوں کی یہ یکجائی بہر حال بے مفید۔

ہمدرد صحت ڈائجسٹ (کراچی) غالب نمبر

عام مضامین کے علاوہ اس میں یہ دو تین ہلکے پھلکے مضامین غالب پر بھی ہیں جن کی وجہ سے اس نمبر کو غالب نمبر کا نام دیدیا گیا ہے:

(۱) غالب کی ابتدائی شاعری کا نفسیاتی پس منظر (مسلم ضیائی)

(۲) غالب اور طب قدیم (حکیم محمود احمد برکاتی)

(۳) نجات کا طالب غالب: کردار اور سیرت کا سرسری مطالعہ (عشرت رحمانی)

قومی زبان (کراچی) غالب نمبر

انجمن ترقی اردو پاکستان کے رسالہ اردو نے ایک غالب نمبر نکالا، اس کے

دوسرے رسالے قومی زبان نے اسے فرضِ کفایہ نہیں سمجھا اور اپنا علیحدہ نمبر شائع کیا جس میں اردو کے محققانہ مقالوں سے ہٹ کر ہلکے پھلکے اور تنقیدی مقالوں کی اشاعت پر زیادہ زور ہے مندرجہ ذیل مقالے جو اس میں شامل ہیں، حافظ اور اقبال کے ساتھ غالب کے دلچسپ مطالعہ ہیں:

"حافظ و غالب" (ریاض الحسن)، "غالب و اقبال" (مخمور اکبرآبادی) ابوسلمان شاہجہانپوری نے یونیورسٹیوں میں غالب پر ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے لئے جس جس پہلو سے کام ہوا ہے اس کا ایک مختصر اشاریہ دیا ہے، اور قومی زبان میں غالب پر شروع سے ابتک جو کچھ چھپا ہے ایک اشاریہ اس کا ہے۔ انصار ناصری نے صلائے عام کے ۱۹۱۶ء کے ایک شمارے سے "غالب کی اردو نثر کے چند نادر نمونے" میر ناصر علی مرحوم کی پیشکش کو دوبارہ شائع کرایا ہے

مندرجہ ذیل تحریریں بھی اس نمبر میں شاملِ اشاعت ہیں:

غالب کے بہاری تلامذہ اور رازتمند (رخشاں ابدالی)۔ دیوان غالب، نسخہ مالک رام (انصار اللہ نظر)، جدید شرح دیوانِ غالب: سیماب اکبرآبادی کی ایک بھولی ہوئی شرح (اعجاز صدیقی: شاعر کے غالب نمبر میں بھی) ذکرِ غالب میں ہندوستانی عنصر (اکبر حیدری کاشمیری) غالب کا اخلاقی تخیل (ذاطمہ شجاعت)۔

افکار (کراچی)۔

فروری ۱۹۷۰ء میں ۳۲۶ صفحات پر مشتمل، افکار کا یہ دوسرا صدی نمبر نکلا ہے اس سے پہلے ہجری سال کے حساب سے فروری ۱۹۶۹ء میں بھی ایک نمبر شائع کیا تھا۔ موجودہ نمبر کی ترتیب اس طور پر ہے کہ اول آخر مطبوعہ مضامین اور بیچ میں نئے مضامین ہیں مجموعی حیثیت سے یہ ہندوستان کے رسالہ "تحریک" کے مقابلہ کا نمبر نکلا ہے!

سب سے پہلے "واقعاتِ غالب" کے عنوان سے ۱۵ صفحات پر پھیلا ہوا غالب کا اشاریاتی تذکرہ ہے جو افکار کے ۶۶ء کے نمبر میں بھی شامل تھا یہ سحر انصاری نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ایک ذیلی عنوان "گنجینۂ غالب" قائم کر کے ان ۴۹ کتابوں کے نام بھی لکھے ہیں جو غالب سے مستفاد ہیں (اب اس مضمون کو خلیل الرحمٰن اعظمی نے علی گڑھ میگزین میں زیادہ مبسوط طور پر پیش کیا ہے) پھر "ذکرِ غالب: کچھ نئے حالات" کے عنوان سے مالک رام کا ایک قیمتی مقالہ ہے جو دراصل پنشن کے قضیہ میں پیش کی ہوئی غالب کی ۲۸ اپریل ۱۸۲۸ء کی درخواست پر مبنی ہے ـــــــ
ـــ اصل درخواست فارسی میں رہی ہوگی دفتر متعلقہ نے انگریزی میں جو ترجمہ کیا وہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ اسی انگریزی ترجمہ کی اردو میں پیشکش ہے جو ایک لحاظ سے غالب کے اپنے خودنوشت حالات ہیں۔ پنشن قضیہ کا پورا فائل دہلی کے نیشنل آرکائوز میں محفوظ ہے اور اس میں ۱۹ اگست ۱۸۲۸ء کے چیف سکریٹری کے نوٹ میں یہ حوالہ بھی موجود ہے کہ "اسد اللہ خاں" ۱۸۲۸ء میں کلکتہ آئے اور ایک اور ایک عرضداشت پرشین سکریٹری کو پیش کی جو ۲۸ اپریل کو موصول ہوئی اور ۲ مئی کو نمبر ۴۶ پر اس کا اندراج ہوا" یہ دلچسپ بات ہے کہ یہ درخواست متعلقہ فائل میں دہلی میں موجود نہیں، لندن میں محفوظ ہے۔ جہاں سے مقالہ نگار نے استفادہ کیا ہے۔ یہ حوالہ موجود نہیں کہ یہ مضمون کہاں سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ غالباً "آجکل" (دہلی) کے ۶۷ء سال پرانے غالب نمبر سے لیا گیا ہے۔

مرتضیٰ حسن فاضل نے غالب کی ایک نئی تحریر کے عنوان سے کولڈ اسٹریم کو دہلی سوسائٹی کی طرف سے پیش کیا ہوا سپاسنامہ دیا ہے۔ اس کا کوئی معقول ثبوت نہیں ہے کہ یہ غالب کی تخلیق ہے۔

نئے مضامین میں "فکرِ غالب کی معجز نمائیاں" (غلام رسول مہر) مسائلِ اسلوب اور بیانِ غالب

(احمد علی)"چند مشکلات غالب کی شرح" (سید محمد یوسف)، "شاعرِ بت شکن" (حکیم افضل کاظمی)، "غالب اور آزادی" (افتخار احمد مدنی)"بحیثیت غزلگو" (عرش ملسیانی)، "غالب کا ذہن" (عتیق احمد) "غالب کے تین نقاد: حالی، بجنوری، لطیف" (سحر انصاری) "غالب فنا طلق مکرانی" (انعام الحق کوثر) اور "غالب: ایک بیوی کے شوہر" (بلقیس جہاں) شامل ہیں۔ پھر غالب پر نظمیں ہیں جس میں ابوالخیر کشفی کی "اعتراف" کسی بھی انتخاب میں لی جا سکتی ہے۔ آخری حصے میں بجنوری، یگانہ اور رشید صدیقی کے مطبوعہ مقالے، اور "دستنبو" کا شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کا مطبوعہ ترجمہ انتخاب کہنہ کے طور پہ شامل کئے گئے ہیں۔ رفیق خاور نے ۶ فارسی غزلوں کے خوبصورت ترجمے کئے ہیں وہ بھی اس نمبر میں شامل ہیں۔

اوراق (لاہور)؛ سالنامہ و غالب نمبر

وزیر آغا اور عارف عبدالمتین کے مرتبہ سالنامہ (اپریل ۶۹ء) کے ۴۱۰ صفحات میں سو صفحات غالب کے لئے وقف کیے گئے ہیں جس میں حسبِ معمول بعض شعرا کی نظمیں ہیں اور مندرجہ ذیل مضامین "مرزا غالب کا مقام شعر گوئی (غلام رسول مہر) حیات غالب پر چند خیالات (عبادت بریلوی)، غالب اور مضامینِ مسرت (محمد منور) غالب کا ذوقِ جمال (انور سدید) غالب کی انا (اختر امان) اور غالب کی عظمت پہ ایک سمپوزیم ہے بعنوان "سوال یہ ہے کہ "مرزا غالب کی صدی کیوں"۔ غلام جیلانی اصغر نے سوال چھیڑا ہے اور خود جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فکر اور اظہار کا جدید شاعر ہے؛ اور یہ کہ وہ عالمگیر کلچر کا نمائندہ ترین شاعر ہے۔ لیکن اسی میں ایک مضحکہ خیز جملہ بھی لکھ گئے ہیں کہ روس اور امریکہ دونوں غالب کی عظمت پہ متفق ہو گئے ہیں یہ اس صدی کا تاریخی واقعہ ہے۔

بحث میں حصہ لیتے ہوئے وقار عظیم نے لکھا ہے: "مجھے یہ تسلیم کرنے میں تامل ہے کہ اس عالمی واقفیت کی بنا پہ (جو مستشرقین نے غالب کا تعارف کرا دیا ہے) مغربی ملکوں

غالب کی صد سالہ برسی کو ایک مہتم بالشان واقعہ سمجھتے، جیسا کہ وہ سمجھ رہے ہیں، مغربی ملکوں کی اس واضح علمی دلچسپی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہندوستان نے سفارتی سطح پر مختلف ملکوں سے رابطے قائم کرکے اسے ایک علمی منصوبے کی صورت دی، مغرب غالب کی عظمت سے واقف اور اسکا متعارف تو تھا ہی، ہندوستانی حکومت کی ملی جلی علمی اور سفارتی دلچسپی کی بدولت اہل مغرب کے لئے اس معاملہ میں علمی اور تہذیبی کے علاوہ سیاسی مصالح کا رنگ بھی شامل ہوگیا" پھر انھوں نے لکھا ہے۔
"پاکستان میں... دلچسپی کی نوعیت بنیادی طور پر علمی اور تہذیبی رہی ہے۔ یہاں کے پروگراموں میں سب سے زیادہ اہمیت غالب کے کلام نثر و نظم کو نئی ترتیب کے ساتھ چھاپنے کو دی گئی ہے" اور اصل موضوع کے سلسلہ میں انکا خیال ہے کہ انسان کی ہر منزل پر رفاقت کلامِ غالب کی اہمیت کا باعث بن جاتی ہے۔

ریاض احمد نے لکھا ہے کہ زبان کے مقابلے میں معنویت پر زور، اس زمانے میں کہ زبان ہی سب کچھ تھی، غالب کی اصل اپج ہے۔ اور یہ کہ یہ معنویت مومن کی طرح صرف باتیں بنانے کا فن نہیں، کچھ کہنے کی کوشش ہے۔ عشرت رحمانی اور عرش صدیقی اس بات پر متفق ہوگئے ہیں کہ غالب کی شاعری میں پورے آدمی کی نمائندگی ہوگئی ہے۔ عرش صدیقی نے ایک اور خیال انگیز بات کہی ہے کہ "اس بات کے واضح امکانات ہیں کہ مستقبل میں دنیا غالب کو اقبال سے زیادہ اپنے سے قریب پائے گی" پاکستان میں اس اندازِ تفکر کی موجودگی توجہ طلب ہے۔

نظیر صدیقی نے عالمی دلچسپی کے سلسلہ میں وقارِ عظیم والا موقف لیا ہے کہ "ہمیں اس خود فریبی سے بچنا ضروری ہے کہ وہ مغربی ممالک جو اس تقریب میں حصہ لے رہے ہیں انھوں نے غالب سے خود دلچسپی لی ہے؛ دراصل ان کے اندر غالب سے دلچسپی پیدا کی گئی ہے جس میں پاکستان سے زیادہ ہندوستان کا ہاتھ ہے"

غالبؔ کی عظمت کے سلسلہ میں بھی وہ وقار عظیم ہی کے ہمنوا معلوم ہوتے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی عظمت کا اصل نکتہ یہی ہے کہ "غالب نے زندگی کے دبے حد وسیع رقبہ کا احاطہ کر لیا ہے۔"

شہزاد احمد نے کسی اور زاویہ سے بات کی ہے وہ تو عالمگیر کلچر کے وجود میں آنے کے امکان ہی کے منکر ہیں غالب کو اس کا نمائندہ کہاں مانیں گے۔ غالب کو جدیدیت سے قریب بھی وہ نہیں تسلیم کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ "فنکار وہ نہیں جو ہمارے جدید عصری میلانات پر پورا اترتا ہے، بلکہ وہ ہے جس کے ہاں اتنا تنوع اور جذبات و خیالات کی ایسی رنگارنگی ہوتی ہے کہ ہر دور اسے اپنے نقطہء نظر سے کلی یا جزوی طور سے قبول کر سکتا ہے۔"

اعجاز فاروقی نے بھی کام کی بات کہی ہے: "غالب کو اگر اپنے عصر سے ستائش نہ مل سکی تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ غالب اپنے دور کے لیے نہیں لکھ رہا تھا بلکہ یہ کہ غالبؔ کے ہمعصر یاس و قنوطیت کے اندھیرے اور روایت کی تنگنائے میں کچھ اس طرح مخبوط الحواس تھے کہ غالب کو حیرت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ یہ ایسے ہی تھا جیسے کسی اونگھتے آدمی کو کچھ کہا جائے اور وہ ہوں کہکر ہتر ہتر آپ کی طرف دیکھنے لگ جائے ......" . . . . "

" ..." غالب نے حالیؔ جیسے ذہین اور حساس فنکاروں کو روشنی کی ایک لکیر ضرور دکھائی

اس طرح یہ سیمپوزیم بہت کام کی چیز ہو گیا ہے۔

راوی (لاہور)

گورنمنٹ کالج لاہور کا مجلہ جو پروفیسر محمد منور کی نگرانی اور اجمل نیازی کی ادارت میں ۲۶۹ صفحات پر مشتمل ٹائپ میں شائع ہوا ہے۔ اسمیں پہلے حصے میں غالب پر مقالات ہیں دوسرے حصے میں منظوم خراجہائے عقیدت ہیں تیسرے میں انشائیے اور

وغیرہ، اور چوتھے میں ۲۳ پاکستانی شعرا کی غالب کی زمینوں میں کہی ہوئی غزلیں درج ہیں۔
عظمت غالب (سید عبداللہ) غالبِ مغلوب (محمد منور) ہمارے لیے غالب کی حیثیت (جیلانی کامران) اور ڈرامہ بعنوان غالب کے بعد (غلام الثقلین نقوی) غالب نمبر کی اہم تحریریں ہیں۔ بقیہ مضامین یہ ہیں: غالب، یادوں کی شمع (وقار عظیم) غالب کے فنی اضافے (عبادت بریلوی) من ہمایم چراگس باشم، (عبدالغنی) غالب کے چند جمالیاتی تصورات (نصیر احمد ناصر) غالب اپنے کلام کے آئینہ میں (ناظر حسین زیدی) اے کاش کبھی معرض اظہار میں آدے (فرمان فتحپوری) غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انور سدید) غالب کے اسلوب نثر نگاری کا مسئلہ (نصیر احمد زاں) غالب کی شاعری میں مذہبی عقائد کی جھلکیاں (عبداللہ خاں) غالب جدید تنقید کی نظر میں (صدیق کلیم) غالب اور اس کا فارسی کلام (آغا یمین) غالب اور بودلیئر کے نغمہ ہائے غم (لئیق بابری) غالبِ خستہ (محمد اجمل) غالب کی چند معدوم تصنیفات (سید معین الرحمٰن) غالب کی صد سالہ برسی (اطہر وقار عظیم)۔ محمد منور اور جیلانی کامران کے مقالے خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔
اول الذکر کا خلاصہ یہ ہے کہ غالب بھی آدمی ہی تھے وہ اس اتار چڑھاؤ کا شکار کیوں نہ ہوتے جو زندگی میں ہر شخصیت کو پیش آتے ہیں۔ بقول غالب:

خوے آدم دارم آدم زادہ ام بے محابا دم ز عصیاں میزنم

جیلانی کامران نے بالکل الگ انداز سے لیکن بڑے گہرے مطالعہ پر مبنی غالب کو چار صفحوں کے مختصر کینوس پر ایسے بلیغ انداز میں پیش کیا ہے جو کتنے ہی ضخیم مطالعوں پر بھاری رہے گا۔ اس کے بعض حصے نقل کر دینا مناسب ہوگا:
"غالب کی شاعری دوبارہ جی اٹھنے کی آرزو کی شاعری ہے"
"غالب کی شاعری زندگی کی عکاسی نہیں کرتی، زندگی کی تلاش کرتی ہے،،
"اگر غالب کی شاعری کو واردات کہا جائے تو معلوم ہوگا کہ غالب کی شاعری ان

واردائوں اور تجربوں کی نفی سے پیدا ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غالب کی غزلیات میں ایک سفر دکھائی دیتا ہے جہاں ہر واردات اظہار ہوتی ہے اور شاملِ سفر ہو کر سفر سے منہا ہو جاتی ہے۔"

"غالب کی شاعری کا درخت گناہ کی زمین میں اگتا ہے۔۔۔۔ احساسِ گناہ کے بغیر اس دکھ میں شرکت ممکن نہ تھی جس دکھ سے مسلمانوں کی تہذیب دوچار تھی۔ غالب کی شاعری میں گناہ کا احساس جس قدر شدید ہوتا ہے اسی شدت سے اس کی وہ محبت بھی ظاہر ہوتی ہے جو اسے مسلمانوں کی تہذیب کے ساتھ تھی۔"

نقوش (لاہور)۔

اداریہ میں مرتب نے لکھا ہے کہ "اس شمارے میں پاک و ہند کے تقریباً تمام بڑے ادیبوں نے لکھا ہے۔۔۔۔۔ بائیس ڈاکٹروں کے مضامین ہیں جو ڈاکٹر نہیں وہ بھی اپنی جگہ بھاری بھرکم ہیں۔۔۔۔۔" ایڈیٹر کی حیثیت سے اور اس سے زیادہ کہا بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو ان بڑے ناموں کا فرض تھا کہ ایڈیٹر کا بھرم بھی رکھیں۔

اس نمبر میں بعض چٹکلے نما مقالے ہیں جو زیادہ تر بڑے ادیبوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ "غالب کی شاعری میں اخلاقی اقدار" (عبدالقادر سروری) غالب ایک بے مثال نام (فراق گورکھپوری)، غالب کی شاعری (غلام رسول مہر)، غالب کے ناشنیدہ اشعار، نسخۂ حمیدیہ پر (اختر اورینوی) غالب کے رد کردہ اشعار (نظر صدیقی) خطوطِ غالب میں ظرافت (سلطان احمد) غالب کا تشکیلی دور (محمد حسن)، غالب اور رقیب (مالک رام) غالب جمالیاتی تجزیہ (نبی بخش قاصی) غالب اور ناسخ (سید محمد عبداللہ) غالب کی فارسی شاعری (ماه مریم بہنام)۔ کچھ ادبی مجذوبوں کے شطحیات بھی اس نمبر میں شامل ہیں مثلاً:

غالب اور علویت (احسن فاروقی) علوی انسان سے مطلب شیر میں لے کے

مقالہ نگار پھر پلٹ آئے ہیں اور کہا ہے حضرت علی نمائندۂ علوی انسان ہیں، اور غالب نے ان کے بارے میں یہ یہ کہا ہے۔ اس نمبر میں یہ مقالے بھی شامل ہیں۔

غالب اپنے معاصر اخبارات میں (اکبر علی خاں) غالب اور تاریخ گوئی (کسری منہاس)، غالب کے خطوط (کوثر چاند پوری) غالب اور تصورِ مرگ (انور سدید) غالب کے آخری ایام (اکبر حیدری کاشمیری) غالب: نیم سوانحی ڈراما (اعجاز حسین) (محمد حسن) غالب کی شاعری کا پس منظر؛ فارسی شعرا (وارث کرمانی)، غالب اور صہبائی کی فارسی غزلگوئی (غلام مصطفیٰ خاں) غالب اور مثنوی (محمد عقیل) غالب: ایک ڈراما نگار (سہیل بخاری) غالب کی اصلاحیں: شاگردوں کے کلام پر (کسری منہاس) غالب کے تعزیت نامے (مسلم ضیائی) بنگال میں غالب کے چند شاگرد (وفا راشدی) غالب کا فکری آہنگ (سعادت نظیر) غالب کے مذہبی اور فکری میلانات (عباد اللہ فاروقی) مرزا غالب اور شاہانِ اودھ (اکبر حیدری کاشمیری) غالب کی ازدواجی زندگی (عبد السلام خورشید) غالب کا تصورِ آفاقیت (سید فیضی) "غالب اور ریاض خیرآبادی" (نادم سیتاپوری)۔ ریاض نے غالب کے دیوان کا جو جواب ۱۸، ۲۰ سال کی عمر میں کہا تھا اس کا تعارف اور انتخاب دیا گیا ہے، ریاض غالب کی وفات کے وقت ۱۶ سال کے تھے۔ "غالب کی آوارہ خرامی" (وزیر آغا) کا تھیم دلچسپ ہے اور مضمون کے کئی حصے پڑھنے کے لائق ہیں" مرزا غالب اور عربی زبان" (محمد منور) محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ جس سے غالب کی عربی سے واقفیت کے متعدد ثبوت فراہم ہو گئے ہیں۔ آخر میں بعض عربی اشعار کے ایسے اشعار دیے ہیں جن کے مماثل اشعار غالب کے یہاں ملتے ہیں۔ "غالب کی ایک تقریظ (ظہیر الدین صدیقی) کے عنوان سے سرسید کی مرتبہ آئین اکبری پر تقریظ کا متن اور مکمل ترجمہ دیا گیا ہے۔ "نسخۂ عرشی: طبع ثانی کے لیے کچھ معروضات" (گیان چند) دیوان غالب کے عرشی ایڈیشن پر ۴۴ صفحے کی بسیر حاصل تنقید کی ہے بعض مشورے مفید ہیں اور متعدد جگہ صحیح گرفت کی گئی ہے لیکن کئی باتیں غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ مثلاً: اسے کلیات کا

نام دینا صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ کلیات کا مطلب جہاں مجموعۂ نظم لیا جاتا ہے وہاں مجموعۂ نظم و نثر بھی لیا جاتا ہے۔ خاصکر اس شخص کیلئے جس نے اردو نظم و نثر دونوں یادگار چھوڑی ہوں۔ ایک پیراگراف اہم ہے:

"تاریخی ترتیب کا فائدہ یہی ہے کہ اس سے شاعر کے ذہنی ارتقا کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہ صد ادب عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ تاریخی ترتیب کو کما حقہ پورا نہ کرنا ہی نسخۂ عرشی کی سب سے بڑی کمی ہے۔... تاریخی ترتیب کے معنی ہیں سب سے پہلے اس تخلیق کو درج کرنا جو سب سے پہلے وجود میں آئی اس کے بعد اس کی سابقہ تخلیق کو۔... کلام کو تین حصوں میں تقسیم کرکے فاضل مرتب نے تاریخی ترتیب سے پہلا بڑا انحراف کیا ہے.... بہ صورت موجودہ نسخۂ عرشی ایک کلیات بے شیرازہ ہے۔"

دوسرے یہ کہ صحیح متن وہی سمجھا جائے گا جو شاعر کی آخری اصلاح ہے ــ چاہے وہ آجکل کسی کو برا لگے یا اچھا۔ مثلاً اس کے مشہور شعر کو اس کی آخری اصلاح کے مطابق اب یونہی پڑھا جانا چاہیے:

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری خوشامد سے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

تیسرے یہ کہ مرتب کو اس کا حق نہیں کہ مثلاً "رک رک کر" کو "رک کر" کردیں۔

ایسی ہی اصلاحیں آسی اضافوں، میں اور بعض دوسری جگہوں پر بھی ہیں۔

اختلاف نسخ کے لیے مزید مآخذ کی جانب اشارہ اور اصلاحیں بھی بعض مشورے مفید اور کارآمد ہیں۔ اسی طرح توقیف الفاظ کے بارے میں ۲۵ اشعار میں سے کم سے کم بیس کی توقیفی قرارت قابل قبول ہے۔ اور یہ بات بھی ٹھیک کہی گئی ہے کہ نوائے سروش کے فارسی مقدمہ اور تقریظ کا اردو ترجمہ بھی دیدیا جائے تو اچھا ہے ــ مقالہ نگار کا یہ کہنا کہ "عرشی صاحب نے جامع بنانے میں حتیٰ

کہ کی ہے مانع رکھنے کی طرف اتنی توجہ نہیں کی" عمومی طور سے شاید صحیح ہو لیکن یہ
امر کہ " نو در یافت کلام میں جس شعر کے بارے میں شبہ ہو اُسے حذف کر دینا چاہیے" بہتر
نہ ہوگا زیادہ اچھا یہی ہے کہ اُسے شامل تو رکھا جائے لیکن اسکا اشارہ حواشی میں کر دیا
جائے۔ یہ بات البتہ ٹھیک ہے کہ حواشی کو شرح غالب' کے بجائے حواشی ہی
کہا جائے تو اچھا ہے۔ "مرحبا سال فرخی آئین" والے قصیدے کا زمانہ تصنیف مرتب
نے دسمبر جنوری اور مقالہ نگار نے زیادہ مضبوط شواہد کی بنا پر مارچ ۶۵ء قرار دیا ہے
یہ بھی صحیح ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ ایڈیشن کا لفظ قلمی نسخہ کے لئے نہیں لانا چاہیے۔
اس طرح یہ مشورہ بھی ٹھیک ہے کہ جس شعر میں تفسیر و اصلاح کا عمل ہوا ہے اس کی
صورت برقرار رہنی چاہیے۔

مرتضیٰ حسین فاضل جنھوں نے غالبیات کے سلسلہ میں اس سے قبل "غالب اور
مفتی عباس کے روابط، غالب کی مثنوی گمنام کا نام، کلمات طیبات، غالب و نولکشور
کے روابط، غالب کی خلعت یابی، غالب کا اردو دیوان مشمولہ نگارستان سخن سے
پہلی مرتبہ توجہ دلائی" اس بار "غالب کے استاد" شیخ معظم پر قلم اٹھایا ہے اور ان
کی ۱۲۲۱ھ کی لکھی ہوئی شیخ کاظم قلندر کی تاریخ وفات کے تین فارسی قطعے نکال کے
لائے ہیں۔ مضمون کے آخر میں غالب کا ایک شعر بھی کھوج نکالا ہے جو انھیں
"خاندانی حالات نواب حسام الدین حیدر" کے قلمی دفتر میں ملا ہے:

جس میں کچھ شکل و شباہت مری ملتی دیکھی × میرے دھوکے میں اُسے قتل کیا میرے بعد

ایک اور شعر بھی نقل کیا ہے جس پہ غالب کی اچھی خاصی چھاپ معلوم ہوتی ہے گو مقالہ
نگار کی منقولہ عبارت کی رو سے وہ غالب کا ہوتے ہوتے رہ گیا:

یہ نفی غیر ہے کہ نہیں مجھکو رشک دوست یوں مجھ کو دوست ہوں کہ نہیں آرزوئے دوست

اصلاحات غالب" (نادم سیتاپوری) اصل میں تو عبدالرزاق راشد مرحوم کی ترتیب اور

نظم طباطبائی کی تصنیف کا تعارف ہے لیکن ضمناً بعض اہم امور معرضِ بحث میں آ گئے ہیں خاص کر نظم طباطبائی، والہ اور شوکت میرٹھی کی شرحوں کے بارے میں۔ اصلاحات غالب شائع ہو چکی ہے لیکن راشد اس کی طباعت سے مطمئن نہ تھے اس لیے وہ طبع ہو کر بھی غیر مطبوعہ کا درجہ رکھتے رہی۔ اسکے شروع میں نظم طباطبائی کے تفصیلی حالات بھی ہیں جو اہم ہیں۔ پھر مصنف کا اصل متن ہے جس میں ۱۵۰ ایسے اشعار کا تجزیہ ہے جن پر غالب نے نظر ثانی کی ہے۔ "غالب اور گنجینۂ معنی کا طلسم" (فرمان فتحپوری) میں غالب نے اپنے اشعار میں جو مختلف قرائن برتے ہیں انکا جائزہ لیا گیا ہے، اور خاص کر ان کے تہہ دار اسلوب سے بحث کی گئی ہے۔ "غالب کا ایک شعر" (آغا افتخار حسن) کے عنوان سے اس شعر کے معنی ۹ صفحوں میں بتائے گئے ہیں، دلچسپ بحث ہے:

نقش معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت + سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسین

فراق گورکھپوری کا مضمون یوں تو ہمارے اکابر کے ادبی چٹکلوں ہی میں شامل سمجھنا چاہیے لیکن اس میں دو ایک جگہ جو سخن گسترانہ باتیں کی گئی ہیں وہ فراق کے ناقدانہ قد سے فروتر ہیں مثلاً یہ عوامی انداز کا تبصرہ کہ "اقبال نے ایسی کن حقیقتوں کی ترجمانی کی جن پر میر غالب یا ٹیگور (یہ ٹیگور کا کیا محل تھا؟) کی نگاہیں نہیں پڑی تھیں کیا اقبال وجود کا تصور رکھتے تھے وہ میر و غالب کے تصور وجود سے زیادہ گہرا یا زیادہ بلند ہے؟ (جس طرح فراق صاحب کے تصورات کا ناسخ و آتش کے تصورات سے بلند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!!) کیا ان کی "مسجد قرطبہ" میر و غالب کی مسجد کائنات سے بڑی ہے؟ اور کیا مذہب انسانیت تاقیامت مذہب ملت نہیں ہو سکتا؟" یہاں فراق ایک ادبی مبصر اور عالمی تہذیب کے اسکالر سے ہٹ کے ایک اچھے خطیب اور مقرر کا جامہ پہن کے آ گئے ہیں اور غالب زندہ باد کا نعرہ لگوانا چاہتے ہیں۔ چلیے، غالب زندہ باد!

عبدالرحمن چغتائی کا مضمون ”غالب کا تصویری مرقع“ مرقع چغتائی کی دلچسپ داستان ہے اور مرقع چغتائی کے مصور کی حیثیت سے دستاویزی اہمیت کی حامل ہے۔ خاص طور سے یہ جملے: ”میں نے یہ تصویر بنائی جو ایک سیاہ پوش عورت کی تھی اور وہ پورے تقدس کے ساتھ ایک قبر کے سامنے جھکی بیٹھی تھی مجلس گرم تھی۔ دوست جمع تھے میرے بھائی عبدالرحیم نے یہ کہکر لطف پیدا کر دیا کہ تاثیر صاحب دیکھئے یہ تصویر اس شعر کی کتنی وضاحت اور خوبصوتی سے ترجمانی کرتی ہے، اور انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ تاثیر نے شعر کو ٹھیک سے پڑھا اور تصویر اٹھا کر سامنے رکھدی؛

شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ چند ہی دن کے اندر یہ طے پا گیا کہ غالب کا مصورہ ایڈیشن ہو اور اس میں چغتائی کی تصویریں ہوں۔ ڈاکٹر تاثیر ان دنوں بڑے ولولے میں تھے، انھوں نے غالب کا مطالعہ جی بھر کے کیا تھا۔ میں تصویر بناتا رہا۔ وہ شعر سناتے رہے۔ ہر بار کچھ ایسا ہوتا جیسے تصویر نازل ہوئی ہے اور وہ غالب کے اشعار پہ پوری اتری ہے۔ اس پہ بھی۔ . . ایک تصویر ضرور ایسی ہے جس نے میرے ذہن میں شعر کے رنگ و روپ اختیار کیا؛ رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے“ اس بیان سے اس سینہ بسینہ روایت کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ ڈاکٹر تاثیر کی ذہانت تھی جنھوں نے چغتائی کی تصاویر دیکھ کر انھیں مشہور و مقبول کرنے کے لیے یہ راہ نکالی اور مشورہ دیا کہ ان تصویروں کو دیوانِ غالب کے ساتھ ملا کے شائع کر دو کسی نہ کسی شعر پہ کوئی نہ کوئی تصویر ضرور موزوں ہو ہی جائے گی ۔ کعبہ سے بتوں کو بھی دور کی نسبت نکل آتی ہے، یہ تو پھر تصویریں ہیں، اور نظم طباطبائی کی شرح تو ہے نہیں کہ لفظ ملفوظ پوری اترے۔ چنانچہ اس پہ عمل کیا گیا اور مرقع چغتائی عمل میں آگیا۔

ذاکر حسین ایڈیشن اپنی خوبصورتی اور دیدہ زیبی میں مرقع چغتائی کا ہمسر ادا در

شاید تنہا حریف ٹھہرتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک عجیب پیراگراف ہے اس مقالہ میں: "ان دنوں غالب کا ایک نیا ایڈیشن جرمنی سے طبع ہو کر آیا۔ وہ لوگوں میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا تھا اس میں بھی غالب کی ایک ناکام سی رنگین شبیہ شائع کی گئی تھی۔ تاثیر نے وہ شبیہ اٹھائی تو میں نے اس مذمت کی اور بدذوقی کا رونا رو دیا۔ میری اس تنقید کا تاثیر پہ بڑا اثر ہوا اور انھوں نے بتایا کہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی انھوں نے تصویر کو پھاڑ کر دیوان سے الگ کر دیا تھا۔" یہ کونسی خوش ذوقی کا مظاہرہ ہے!! چغتائی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مرقع کی اشاعت کے مرحلہ پہ مالی مشکلات کا مسئلہ جوں کا توں کھڑا اپنے مقصد کو للکار رہا تھا۔ اور اپنی ناداری کے مدنظر جو ناقابلِ فراموش ہاتھ میری طرف بڑھا وہ مہاراجہ کوچ بہار کا ہاتھ تھا۔۔۔۔ اس میں مہاراجہ پٹیالہ کی بھی فراخ دلی شامل تھی۔ اور دو ورق قبل انھیں کے قلم سے یہ جملہ بھی ہے: "ہندو نہیں چاہتے تھے کہ میرا آرٹ پھلے پھولے"!!

اس نمبر کے بعض دوسرے مفید یا اہم مضامین یہ ہیں: مقدمۂ دیوانِ غالبؔ فارسیؔ مرتبہ عرشی (امتیاز علی عرشی) "جہانِ غالب" کی ایک قسط (قاضی عبدالودود) غالب کا ایک شاگرد اور دوست: میرن صاحب (محمد اسمٰعیل پانی پتی) غالب کی لسانی تصریحات (نجم الاسلام) غالب ایک گونگا شاعر (یگانہ چنگیزی) (یگانہ کا خط، غالب شکن کی اشاعت کے بعد: بنام عبدالعزیز)، غالب کے بعد ان پر پہلا مضمون: تصنیف میر مہدی مجروحؔ، ۱۷ فروری ۱۸۶۹ء (سید معین الرحمان) غالب کا تنقیدی مزاج (سید وقار عظیم) غالب اور نسخہ شیرانی (مرتبہ وحید قریشی) شروع میں اس نسخہ پر قاضی عبدالودود اور امتیاز علی عرشی اور مالک رام نے جو کچھ لکھا ہے اور اکرام نے تاریخی ترتیب پر جو کچھ لکھا ہے وہ منقول ہے۔ ۶۵ صفحات پہ مشتمل مضمون ہے۔ غالب کا ایک مشہور تاریخی سفر دہلی سے کلکتہ تک: از اپریل ۱۸۲۶ء تا ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

"آخری مضمون غالب کا مقدمہ پنشن" (خواجہ احمد فاروقی) نیشنل آرکائیوز (دہلی) میں محفوظ پنشن کے مقدمے کی مثل پر مبنی ہے۔ اس کے بارے میں مقالہ نگار (!) نے مندرجہ ذیل مقالہ لکھا ہے جو میں تمام وکمال نقل کرتا ہوں:

غالب کے ذہن کو سمجھنے کے لیے ان اقتصادی دشواریوں کو ضرور سامنے رکھنا چاہیے جن میں وہ ۴۲ سال یعنی کم وبیش ۱۸۲۶ء سے مبتلا رہے، اور جنھوں نے مرتے وقت تک ان کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ان مالی پریشانیوں میں ان کے مقدمہ پنشن کو خاص طور پر دخل ہے جس کی اصل مثل کا خلاصہ (پوری مثل وہ بھی نہیں!) ہم نیشنل آرکائیوز نئی دہلی سے لیکر پیش کرتے ہیں۔" مقالہ ختم ہوا! اس کے بعد مثلِ مذکور کا "خلاصہ" شروع ہوتا ہے یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ پوری مثل ایک دولت مند ماہر غالبیات پرتھوی چندر نے ۱۹۶۸ء میں عکسی طور پر جوں کی توں چھاپ دی ہے۔ اگرچہ چھپائی کی خامیوں اور اس میں شامل تراجم کے اغلاط کے سبب یہ صرف چھپی! شائع نہیں ہوئی (اس سے قبل یہ مثل تمام وکمال "ذکر غالب" کے آخری ایڈیشن میں استعمال کی جا چکی ہے)۔ لیکن یہ امر افسوسناک ہے کہ نقوش کے مقالہ نگار نے بھی ترجمے کرنے میں خاصی بے احتیاطی دکھائی ہے، اور خلاصہ کے نام پر متعدد اہم اجزاء کو چھوڑ دیا، شاید اس وجہ سے کہ وہ سمجھ میں نہ آسکے ہوں گے۔ مقالہ نگار نے اپنے ایک اور مقالہ میں (صحیفہ غالب نمبر) کسی کے بارے میں لکھا تھا: "ترجمہ اس طرح کیا ہے جو اصل کے ساتھ بقول اطالویوں کے غداری ہے۔"

غالب دبستانِ دہلی کے نمائندہ کی حیثیت سے (اے۔ ایف۔ نسیم) غالب کی دنگین نوائی (شوکت سبزواری) غالب اور بے خبر (خلیق انجم) غالب اور غیاث اللغات

(محمد ایوب قادری) غالب کے اشعار مولانا آزاد کی تحریروں میں (محمد عتیق صدیقی) وفات غالب پر تاثرات قطعات وغیرہ (مرتضیٰ حسین فاضل) غالب کے خلاف ایک کتاب: نمونہ مغلوبیت غالب (عبد القوی دسنوی کی مطبوعہ کتاب کا ایک باب) غالب اور تصوف (یوسف جمال انصاری)

نقوش کا یہ بھاری بھرکم نمبر جو ۸۴۰ صفحات پر مشتمل ہے لیے خاصی اور اچھی خاصی تعداد میں) فضول مضامین شائع کرنے کے باوجود اتنا کچھ بچ رہتا ہے کہ اسے غالب صدی پہ سامنے آنے والے منتخب سرمایہ میں اونچی جگہ دی جا سکتی ہے۔ شروع میں چغتائی کی بنائی ہوئی شبیہ اس کی زینت ہے۔ یہ نمبر اپریل ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے۔

ماہِ نو (کراچی)۔

ایڈیٹر ظفر قدیر اور مدیر اعلیٰ شان الحق حقی نے "غالب کی صد سالہ برسی پر خصوصی اشاعت" کا اہتمام کیا ہے اور تین سو صفحات پر مشتمل یہ غیر معمولی نمبر اس طور پر ترتیب دیا ہے کہ: "ماہِ نو گذشتہ بیس برس سے فروری کا شمارہ غالب کی یاد منانے کے لئے وقف کرتا آیا ہے ..... اس شمارے میں مقالات و مضامین کی ترتیب اس انداز سے کی گئی ہے کہ اس عظیم شاعر کی شخصیت اور فن کے بہت کچھ گوشے قارئین کے سامنے آجائیں اور ہر ایک اپنے مذاق کے مطابق اس دستر خوان سے سیر ہو سکے ۔ ماہ نو گذشتہ شماروں کے منتخب مضامین غالبیات پر کئے جانے والے کام کی جھلکیاں پیش کرینگے اور تازہ مقالات فکر کی نئی جہتوں اور تحقیق (!) کی نئی بلندیوں کی نشاندہی کرینگے"

مقالوں کے ساتھ اکثر و بیشتر مقالہ نگار کی تصویر بھی دی گئی ہے۔ گذشتہ شماروں سے جو مضامین لئے گئے ہیں ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مقالے نئے لکھوائے گئے ہیں:

غالب اور بنگال (وفا راشدی) کچھ تلامذۂ غالب کے بارے میں (کلب علی خاں فائق)

میر مہدی مجروح (شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی) غالب، خالقِ جمال (عبادت بریلوی) غالب نسخۂ حمیدیہ کی روشنی میں (فرمان فتحپوری) غالب نکتۂ غم دل میں (سلیم اختر) گوئٹے غالب (انعام الحق کوثر) غالب بحیثیت شارح (صغیر اصغر جارچوی) نقشہائے رنگ رنگ (عبداللہ قریشی) مہر نیمروز (سید قدرت نقوی) غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انور سدید) غالب کا دربار اور خلعت (امتیاز علی عرشی)

اب مجموعی ترتیب ملاحظہ ہو:

مرزا غالب کی صد سالہ برسی (غلام رسول مہر)، فروری ۱۹۶۶ء) غالب

(صلاح الدین خدابخش، فروری ۵۷ء) حیاتِ غالب مصنفہ مرزا دوج مطبوعہ ۱۸۹۹ء (نادم سیتاپوری، مارچ ۶۴ء) "حیاتِ غالب": چند فروگذاشتیں (مہر، جولائی ۶۴ء) مرد عاشق کی مثال (سلیم اختر، فروری ۶۶ء) مرد قلندر (جلال الدین احمد، ۱۹۵۱ء) غالب ایک تہذیبی قوت (ممتاز حسین فروری ۶۱ء) غالب کی سیاسی افکار (میر محمد حسین عنقا بلوچ، فروری ۶۶ء) مرزا غالب کا زائچہ (امتیاز علی عرشی، ستمبر ۱۹۶۷ء) غالب کے بعض غیر مطبوعہ شعر اور لطیفے (احتشام الحق حقی مرحوم، فروری ۵۰ء) غالب کا کلکتہ (حمید احمد خاں، فروری ۵۰ء) تلامذۂ غالب: پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ دو گلدستوں میں (وحید قریشی) غالب کی شاعری: غور و فکر کے بعض نئے پہلو (مہر، فروری ۶۴ء) [فارسی اور اردو کے بہت سے ہم معنی اشعار دیے ہیں۔ گیتا کا بھی ایک شعر غالب کے مأخذ کے طور پہ دیا ہے] غالب کا تصورِ جنت و دوزخ (مہر، فروری ۵۶ء) غالب اور غم دوراں (عبادت، فروری ۵۵ء) غالب کے یہاں تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی (یوسف حسین خاں، فروری ۵۲ء) مولانا محمد حسین آزاد بنام غالب: یعنی آزاد کی فردِ جرم غالب کے خلاف (مالک رام، فروری ۶۳ء) غالب بحیثیت مردِ اقبال (سید عبداللہ، فروری ۵۵ء) مجموعۂ اردو میں فارسی ترجمے (محمد اقبال سلمان) مرزا غالب کا حاشیۂ انتقاد (سید عبداللہ) دیوانِ غالب اردو (خلیل الرحمٰن داؤدی، فروری ۵۹ء) غالب کے اردو کلام کی اشاعت (شوکت سبزواری، فروری ۶۴ء) دیوانِ غالب کی چوتھی اشاعت کا مسودہ (عبدالستار صدیقی کے "ہندوستانی" میں ۳۳-۳۴ء میں مطبوعہ مضامین پر مبنی مقالہ، از تحسین سروری، فروری ۶۶ء) مرزا غالب کی فارسی شاعری (کرم حیدری، فروری ۶۷ء) غالب کے فارسی خطوط: ایک نئی تحقیق (عرشی، فروری ۶۰ء) [وہی مولانا ابوالکلام والا انداز اشاعت کے وقت خطوں میں خاصی ترمیم و اضافہ کر ڈالا] ۔

غالب کے فارسی خطوط، ایک نیا مجموعہ (قاضی عبدالودود، فروری ۶۶۵ء)
[ایک آدھ کو چھوڑ کر باقی سب بنام محمد علی، با نادہ۔ غالب کے بارے
میں ان سے کچھ امور کی تصدیق ہوتی ہے، بعض کی تکذیب، مجموعہ کے
کچھ مطالب بعض عبارتیں، اور دو مکمل خط دیے ہیں، مجموعہ ہے کہاں،
یہ ذکر نہیں] "نامۂ غالب" (عبادت، فروری ۶۶۵ء) "خطوط غالب"
مرتبہ منشی مہیش پرشاد و مالک رام: "رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف"
(آفاق حسین آفاق دہلوی) [انجمن ترقی اردو، ہند، نے مہیش پرشاد: اپنے
مجموعہ کی اشاعت ثانی کی ترتیب مالک رام کی نگرانی میں کرائی اس پر مقالہ
نگار نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر صدیقی کا مقدمہ کیوں خارج کیا گیا؟ مہیش پرشاد
کے دیباچہ کی اصلاح کیوں کی گئی؟ ہماری کتاب "نادراتِ غالب" ہماری اجازت
کے بغیر شامل کر لی گئی، اور ہمارے احتجاج پر آل احمد سرور نے کہہ دیا کہ
مصنف کے انتقال کے پچاس برس بعد ہر ایک کا حق ہو جاتا ہے یہ غالب
کے خطوط میں تمہاری ترتیب و تحقیق ہو یا کسی اور کی، اس سے کوئی فرق
نہیں پڑتا] ساقی نامہ (ترجمہ: رفیق خاور) مرزا غالب لندن میں (شان الحق حقی)

غالب اور بنگال (وفا راشدی) کچھ "تلامذہ غالب" کے بارے (کلب علی خاں
فائق۔ نئی قسط) مہر نیمروز کا تجزیہ (شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی) غالب خالقِ جمال (عبادت
بریلوی) گوئٹے اور غالب (انعام الحق کوثر) غالب نسخہ حمیدیہ کی روشنی میں
(فرمان فتحپوری کا اہم مضمون) غالب مکتب غم دل میں (سلیم اختر) غالب
بحیثیت شارح (صغیر اصغر جارچوی) نقشہائے رنگ رنگ (عبداللہ قریشی)
غالب کا دربار اور خلوت (عرشی) غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انور سدید)
مہر نیمروز: ایک نادر مخطوطہ (سید قدرت نقوی) [وہ نسخہ جو غالب نے

کاتب سے لکھوا کر جواہر سنگھ جوہر کو بھیجا تھا جن سے مولوی رجب علی ارسطو جاہ کو پہنچا ہوگا جن کے پوتے آغا حسن ارسطو جاہی (علیگ) ۱۹۴۷ء میں پاکستان گئے تو اسے بھی لے گئے۔ ان کے پاس غالب کے دو غیر مطبوعہ فارسی خط بھی ہیں۔ یہ واحد مخطوطہ ہے سوائے ایک کے جو مالک رام کے پاس ہے "مگر وہ مطبوعہ کے عین مطابق ہے" اس میں ۱۸۵۲ء تک کے کوائف ہیں یعنی ۱۸۵۴ء تک کافی ترمیم کر دی تھی۔ اتنا کچھ لکھنے کے بعد مقالہ نگار نے مطبوعہ نسخہ سے مخطوطے کا مقابلہ کیا ہے اضافے، ترمیم، اغلاط وغیرہ دیے ہیں۔

اردو (کراچی)۔

خوبصورت سرورق کے ساتھ ٹائپ کی خوبصورت طباعت سے آراستہ جمیل الدین عالی اور مشفق خواجہ کا مرتبہ ۵۴۰ صفحات پر مشتمل یہ شاندار غالب نمبر صدی جشن کے دو تین اہم ترین نمبروں میں سے ایک ہے۔

پہلا مضمون "غالب کی صحیح تاریخ پیدائش" ایک انجنیئر سید صمد حسین رضوی، کی کاوش ہے جس میں غالب کے زائچہ اور علم نجوم کی مدد سے فاضل مضمون نگار نے یہ ثابت کیا ہے کہ غالب کی صحیح تاریخ پیدائش ۸ رجنوری ۱۷۹۷ء ہے۔

اگلا مضمون "طلسم گنجینۂ معانی" شوکت سبزواری نے لکھا ہے، اور خوب لکھا ہے۔ پہلے تو انھوں نے اپنے اس بیان کا تجزیہ کیا ہے کہ غالب کے کلام کی تازگی بڑی حد تک تازہ کاری، ایجاد اور "تخنیر الفاظ و مرکبات کی منت کش ہے" اور یہ کہ وہ لفظ ساز تھے۔ اس کے لیے انھوں نے فارسی سے "بے دریغ" استفادہ کیا جس کی مختلف النوع مثالیں مضمون میں جمع کر دی ہیں یہاں تک کہ فارسی محاورات تک کے اردو ترجمے موجود ہیں۔ پھر ان کی

مخصوص نحوی تراکیب بھی قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح مضمون نگار نے بڑی باریک بینی سے بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کیا ہے جدھر نظر کم ہی جاتی ہے مثلاً مضارع کی جگہ امرہ صیغے کا پرلطف استعمال! آئے اور آدے دونوں استعمالات (اسی طرح "آئے ہے" اور "آتا ہے") مصدر کی جگہ ماضی کے صیغے، دیکھا چاہیے بمعنی دیکھنا چاہیے؛ "کہ جو" بجائے "جو" یا بجائے "کہ" اور بعض مترکات وغیرہ۔ اس کے ساتھ اس کے بعض منفرد اجتہادات اور نغمگی یا ترنم (کبھی الفاظ سے کبھی حروف سے) کی اہم مثالیں دی ہیں۔ اور اس طرح غالب کے اسلوب یا زبان پر یہ اپنی نوعیت کا منفرد مقالہ بن گیا ہے۔

عبدالقوی دسنوی کا "ابوالفضل محمد عباس رفعت شروانی" "کھوپال اور غالب" نامی کتاب میں شامل اس عنوان کی گویا اشاعت اولین سمجھ لیجئے۔ بقیہ مضامین یہ ہیں:

"وہ زندہ ہم ہیں" (وزیر آغا) "غالب کا فکری جائزہ" (سید محمد نقی) مجموعۂ دہلی اور غالب (قاضی عبدالودود) [مکتوبہ منشی علی حسن: زیادہ تر محمد علی خاں، باندہ کے نام)]: خلاصہ: ص۱۰۳ تا ص۱۴۰ [بہت اہم خط ہیں قاضی صاحب کا خلاصہ مع تبصرہ بھی اتنا ہی اہم ہے] غالب کے متعلق چند غیر معتبر روایات (نادم سیتاپوری) [سرور جنگ غالب کے بھانجے کا بھی ذکر جن کا نام آغا مرزا بیگ تھا اور چھوٹی خانم کے پوتے تھے اور مرزا اجواد بیگ کے بیٹے] [من گھڑت روایات کے ذیل میں شوکت میرٹھی نے دس شعر کی جو شرح کی ہے شمس الرحمٰن فاروقی کے رنگ میں: میں مضطرب ہوں وصل میں خوفِ رقیب سے۔ ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب میں۔ زیادہ مستبعد نہیں معلوم ہوتی۔ اور یاس یگانہ کی روایت: پہلے تو روغن گل بھینس کے انڈے سے نکال/ تو ہر غالبیہ جانتا ہے کہ رام پور کے مفتی عبدالقادر سے منسوب ہے اور بالکل صحیح ہے تعجب

ہے نادم سیتاپوری نے اُسے آجتک نہیں پڑھا۔ انتظام اللہ شہابی نے جو روایات گھڑی ہیں انھیں سے سب کی سب ضروری نہیں کہ بے بنیاد ہوں، یہی کیفیت عبدالباری آسی کی ہے جنھوں نے تھوڑا بہت جعل شہابی کی طرح ضرور کیا ہے لیکن ساری کی ساری روایتیں غلط ہوں یہ ضروری نہیں]۔

اگلا مضمون "غالب کا مزاج شعری" مخمور اکبرآبادی کا ہے جس میں اس بات کے اظہار کے بعد کہ حالی نے محکومیت کے زیر اثر نظیری ظہوری وغیرہ سے مقابلہ کر کے غالب کی عظمت کو آشکار نہیں کیا بلکہ محض ان لوگوں تک پہنچا دیا حالانکہ واقعتاً غالب ان لوگوں سے کہیں بلند ہے اور اس کی اصل جگہ یہ ہے کہ

خیز دبے راہ روی را سر راہے دریاب
شورشِ افزا نگہِ حوصلہ گاہے دریاب

اور:

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور

یہ غالب کے متعلق مخمور کی زیرِ ترتیب کتاب کا ایک باب ہے۔ یقین ہے کہ یہ کتاب غالبیات میں ایک یادگار اضافہ ثابت ہو گی۔

اگلے مضامین یہ ہیں: "غالب کا اجتماعی احساس خطوط کے آئینہ میں" (غلام حسین ذوالفقار) "غالب، مرات الاشباہ اور حکیم احسن اللہ (عبداللہ چغتائی) [احسن اللہ خاں کی مرات الاشباہ، ترجمۂ اردو سے غالب کا تذکرہ دینے کے بعد احسن اللہ خاں کے بارے میں اہم ماخذ سے ساری تفصیلات جمع کر دی ہیں] "غالب کے ہم معنی اردو اور فارسی اشعار: مضمون بیان اور زبان کی مناسبت" (غلام رسول مہر) "غالب اور تلامذہ غالب، تذکرۂ شمیم میں" (ادارہ)؛ غالب کا

آئینہ فن (ممتاز حسین) "رازداں اپنا" (جمیل جالبی) "گویم مشکل وگرنہ گویم شکل" (نعیم احمد)
[اسکا موضوع ہے "غالب کی عظمت"۔ اور دو تین صفحوں کو قلم انداز کرنے کے
بعد یہ مضمون بھی اہم مضامین میں لیا جاسکتا ہے] مرزا غالب کی ایک الجھن (سہیل
بخاری) ["بے غرضی کے نامراد واقعہ" کی طرف اشارہ ہے اور اس پر تفصیل سے بحث
کی ہے کہ یہ ایک روگ بنکر ان کے ذہن سے آخر تک چمٹا رہا] غالب کے اولین
تعارف نگار (فرمان فتحپوری) "غالب اور سبکِ ہندی" (لطیف اللہ) غالب کا الحاقی
کلام: ایک داستان" (جلیل قدوائی)، [آسی کے جعل پر] غالب کے سفارش نامے
(مسلم ضیائی) غالب و مجروح کی مکاتبت (سید معین الرحمان)، [منقول از الناظر مئی ۱۹۱۴ء
جہاں مولوی عبدالحق نے شائع کرائے تھے۔ ان کے متن میں اور خطوط غالب مرتبہ
مالک رام کے متن میں کہیں کہیں فرق ہے مزید برآں یہاں مجروح کے خط بھی ہیں]
"غالب اور اس کا ماحول" (وحید قریشی)، [اہم مضمون ہے اور ہر انتخاب میں لیے
جانے کے قابل] "بوستان خرد: غالب کے کلام کی ایک غیر معروف شرح" (عبدالغنی)
[شرح والہ ۱۸۹۳ء میں مکمل ہوئی جبکہ یادگارِ غالب ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی،
اور شرح طباطبائی ۱۹۰۰ء میں۔ "بوستان خرد" خواجہ قمر الدین راقم کی تصنیف ہے
جو بدرالدین اماں کے لڑکے تھے اور خواجہ حاجی کے پوتے (جن کے بارے
میں غالب کا بیان بے بنیاد ہے کہ وہ ایک ملازم تھا واقعہ یہ ہے کہ وہ مرزا
کے مورث اعلیٰ ترسم خاں کے بھائی رستم خاں کی اولاد میں سے تھا): اس
شرح میں بعض اشعار کے نئے مطالب ملتے ہیں خصوصاً ان کے گھریلو حالات
پس منظر ہیں۔ یہ شرح حیدرآباد کے مجموعۂ یافعی میں محفوظ بتائی جاتی ہے۔
ور پاکستانی مضمون نگار نے اپیل کی ہے کہ ہندوستان کے محبان غالب
س کی طباعت کی طرف توجہ کریں۔ اہم مضمون ہے اور جبتک شرح طبع

نہیں ہوتی، کسی بھی انتخاب میں رکھے جانے کے قابل ہے]

"غالب اور تفسہ" (سید مرتضیٰ حسین فاضل) "مطالعہ غالب اور اثر لکھنوی" (نثار احمد فاروقی بعض اشعار کے مطالب پہ اثر سے خط و کتابت) غالب کی جمالیات (محمد علی صدیقی) کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں (کلب علی خاں فائق) "سبد باغ دو در" مصنفہ مرزا غالب (تعارف، تلخیص، حواشی، از امتیاز علی عرشی)، [یہ کتاب وزیر الحسن عابدی نے باغ دو در کے نام سے طویل حواشی کے ساتھ شائع کر دی ہے، مضمون نگار کو صرف متن کی اشاعت کا علم تھا حواشی کا نہیں، اس لیے اس مضمون کی جو انھوں نے ۷۴ء میں لکھا تھا اشاعت کو جائز سمجھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے حواشی کی اہمیت اپنی جگہ پر ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس نمبر میں شامل دو اہم محققوں کے مضامین جن کتابوں کے بارے میں ہیں وہ اصل کتابیں اپنے مکمل متن کے ساتھ صدی جشن کے سلسلہ میں شائع ہو گئی ہیں۔ دوسری کتاب سے میرا مطلب، قاضی عبدالودود کی متعارف کرائی ہوئی غیر مطبوعہ مراسلت غالب سے ہے جو نیشنل آرکائوز میں محفوظ ہے اور جسے اکبر علی ترمذی صاحب نے مرتب کر کے انگریزی مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا ہے]

اتنا کچھ لکھ چکا تھا کہ اتفاق سے خالی وقت پا کر رسالہ کو الٹ پلٹ رہا تھا کہ محمد علی صدیقی کا مقالہ سامنے آ گیا۔ نیا نام تھا، عنوان بھی کچھ یونہی سا تھا اس لئے یونہی سا گزر گیا تھا۔ پڑھ کے اندازہ ہوا کہ اس نمبر کا اہم ترین مقالہ تو یہی تھا جسے غلط عنوان دیکر ضائع کرنے کی کوشش کی ہے۔ کم مقالے ہیں، جو غالب کی تفہیم میں ایسے کارآمد ہوں۔ مجموعی حیثیت سے اب آپ کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اتنے دقیع نمبر ہند و پاک میں ملا کے بھی دو تین سے زیادہ نہیں نکلے ہیں جیسا کہ سہ ماہی اردو کا شمارہ خصوصی، بیاد غالب" ہے۔

اُردو (غالب نمبر ۲)

صحیفہ کی طرح اردو نے بھی غالب نمبر ۲ نکالا ہے۔ ۲۶۳
صفحات پر مشتمل اس نمبر میں مندرجہ ذیل مقالات شامل ہیں:
تورانی کون تھے (ریاض الحسن) غالبیہ سے چند نوادر (اکبر علی خاں)
اوجِ قبول: غالب کی علم نجوم میں مہارت (سید صمد حسین رضوی)
غالب کا سفرِ کلکتہ: مالک رام کے رد میں کہ غالب فیروزپور سے
دہلی آکر کلکتہ گئے یہ صحیح نہیں (محمود الٰہی) [غالباً مالک رام
کا استدلال خود غالب کی گلِ رعنا میں شامل تحریر سے ہے]
غالب اور اقبال (شبیر احمد ڈار) غالب کی رنائیت (سلیم احمد)
غالب کے دو قلمی دیوان، نسخۂ شیرانی و حمیدیہ — اور علی بخش
خاں مہجور (سید حامد حسین) کچھ غالب کے متعلق (محمد ایوب قادری)
آشوبِ آگہی: عرشی مرحوم کے خطوط بنام (سید قدرت نقوی)
گنجینۂ معنی کا طلسم اور مافی الضمیر: غالب کی شرحیں جو غالب کے
اپنے بتائے ہوئے مفہوم سے دور جا پڑی ہیں (ابو محمد سحر) طرزِ غالب
(جمیل جالبی) سخن در سخن: غالب کے بارے میں متفرقات (مرتبہ:
مشفق خواجہ) غالب، حیات و کلام پر ایک قدیم تحریر: مصنفۂ میر
محمد علی شیر، در اخبار پنجاب، ۱۸۷۷ء (غلام حسین ذوالفقار)
جمیل جالبی کے مقالے میں یہ جملے دلچسپ ہیں: "غالب کا رنگ اردو غزل
کا اعجاز ہے۔... اسمیں تین صفات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ توانائی، آتش نفسی
اور شگفتگی... یہ رنگ، خلش اور بے کلی کے ساتھ ایک توازن کو سامنے لاتا ہے۔ آگ

کے شعلے میں شگفتگی، یہی طرز غالب ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اس
کے اثر سے محروم کر دیا ہے وہ غالب کے ہاں قواعد کی غلطیاں
پکڑنے (اور) ڈومنی سے تعلقات کی تحقیق پر عمر عزیز بسر کرتے
ہیں۔"

نقوش (غالب نمبر ۲)

نقوش کا یہ نمبر اکتوبر میں شائع ہوا ہے جس میں مندرجہ ذیل
مشتملات ہیں: (۲۷۲ ص)

طلوع (محمد طفیل) غالب کی یادیں (جسٹس سجاد احمد جان)
بیاض غالب (نثار احمد فاروقی) دیوان غالب کا ایک نادر انتخاب
(امتیاز علی عرشی) گل رعنا بخطِ غالب (سید معین الرحمٰن) غالب کے نام دو
غیر مطبوعہ خطوط (سید حامد حسین) غالب اور غنیۃ الطالبین (جلال لاہا)
ممنونہ آرزو سرانجام (مسلم ضیائی) غالب کے سات فارسی خطوط
مکتوب الیہ کی بیاض سے (سید وزیر الحسن عابدی) غالب کے اشعار پر صادقین
کی ۳۰ غیر مطبوعہ تصویریں' اور صادقین پر اسلم کمال کا تعارفی مضمون۔

صادقین اس سے پہلے پاکستان کے ایک بینک کی شائع کردہ خوشنما غالب
ڈائری میں بھی بہت سی تصویریں پیش کر چکے ہیں۔ نقوش میں وہ پہلے
سے کچھ زیادہ ہی تجریدی نظر آتے ہیں۔ ایک تصویر مجھے پسند آئی، شاید اسلیے کہ وہ
سمجھ میں آ گئی۔ یہ اس تصویری مجموعہ کی آخری تصویر ہے اور غالب کا یہ شعر پیش نظر:

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لاویں گے کیا

ویسے لگتا یہ ہے کہ اس شعر سے زیادہ مشہورہ ذہن پر یہ مصرع "اپنی اپنی صلیبیں اٹھائے چلو" زیادہ حاوی رہا ہے۔

اسلم کمال نے صادقین کے بارے میں تو نہیں عمومی طور سے مزے کی، گتھی ہوئی فکر انگیز باتیں کہی ہیں: "اس صدی میں انسان نے بڑے کٹھن معرکے سر کیے ہیں، وہ نامعلوم ساحلوں کی کھوج میں لہر لہر اور بھنور بھنور نبرد آزما ہے۔ وہ ان دیکھی منزلوں کی جستجو میں تپتے صحراؤں پر ایک نخلستان سے دوسرے نخلستان کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک جامع وجود کے قیام کی خاطر ذرہ ذرہ سمیٹنے کے لیے ایک خلا سے دوسرے خلا میں جست لگا رہا ہے اس یقین کے ساتھ کہ کائنات میں زندگی بکھری پڑی ہے، اور یہ بکھراؤ انسان کا علم بھی ہے۔ وہ زندگی اور زندگی کے درمیان ربط کا آرزومند ہے۔ یہی آرزومندی ہے جس کے فیض سے آج اس سیلانی کے تن کا لباس آفاقی رنگوں کے امتزاج سے خوشنما ہے۔ اس کی کف پا پر نت نئی باس رکھنے والی زمینوں کے بوسوں کے نشان ہیں۔ اس کی آواز میں دیس دیس کے گیتوں کا رس ہے۔ وہ ورق ورق سمیٹ رہا ہے۔ عظیم انسان اپنی عظیم سرگزشت محفوظ کر لینے کی خاطر۔

"لیکن یہی انسان مادی تسخیر کے جگر گداز مرحلوں میں سے گزرتا ہوا کبھی رک جاتا ہے، ذرا سستانے کے لیے ذرا سانس لینے کے لیے۔ اور پھر دیکھتا ہے اپنے چہرے پر، لباس پر گرد و غبار کی تہیں جھاڑتے ہوئے ایک دل میں ایک ننھی سی خواہش جاگتی ہے: عرصے سے دیکھی ہوئی اپنی شکل دیکھنے کے لیے وہ ایک آئینہ نکال کر دیکھتا ہے، لیکن آئینے میں جو عکس ابھرتا ہے اس میں وہ تنہا نہیں ہے۔ اس میں پس منظر اور پیش منظر آپس میں گڈمڈ ہوتے دکھائی دیتے ہیں؛ اور بیشتر ایسے کہ یہ آئینے میں اپنے عکس پر ناقدانہ نظر

ڈالنے والے عکس رہے ایک وجود سے شناسا کی نظر آتا ہے۔ یہی مقام وہ
کوہِ حیرت ہے جہاں ہزاروں کی دیکھی ہوئی شکل دوبارہ دیکھنے کی ننھی سی خواہش
شدت اختیار کرکے احتساب کی صورت میں بدل جاتی ہے۔

"پانیوں پر، خشکیوں پر، خلاؤں میں، ہر سمت اور ہر زاویے
میں ایک قدموں کے نشان ہی نشان ہیں۔ کائنات میں حیرت کا طلسم
توڑنے کے لیے وہ ہزار ہا راستوں پر دور دور نکل گیا! مگر جس مقام کو مرکز
بناکر اس نے تمام راستوں کا آغاز کیا تھا وہاں آج اس کا وجود حیرت سے
لرزاں ہے۔ یقیناً اس نے بہت کچھ پایا ہے: بلاشبہ وہ بہت کچھ کھو بیٹھا ہے۔
اور جو اس نے کھو دیا ہے اسی پر اس کے وجود کی عمارت کی پائیداری کا زیادہ
انحصار تھا! یہاں اکائی کے پارہ پارہ ہونے کا احساس ابھرتا ہے، اور
وہ از سرِ نو اپنی شیرازہ بندی کے لیے تنہائی کا طالب ہے، مگر کسی قسم
کی تنہائی بیسویں صدی میں نایاب ہو چکی ہے: انسان نے ایک نخلستان سے دوسرے
نخلستان تک، ایک افق سے دوسرے افق تک ——
—— ایک ساحل سے دوسرے ساحل تک، اور ایک سیارے سے دوسرے سیارے تک
وسعتیں اور فاصلے سمیٹ کر اپنی تنہائی کا دامن لامحدود کرلیا ہے۔ اب وہ
آئینے کے مقابل آتا ہے تو آئینے میں اب صرف اسکا عکس ہی نہیں ابھرتا گھر کے
درودیوار و روزن ہی نہیں، کڑی مسافتوں کے لاتعداد سنگ ہائے میل بھی
ابھرتے ہیں۔ چاند جسکی سمت کل تک چکوری اڑتی تھی، اب روزن سے لوٹ کے اندر چلا
آتا ہے: ایک ساتھ زہرہ مریخ بھی آتے ہیں: روشنی ہی روشنی ہے! اس چکا چوند
میں سائے اور وجود آپس میں متصادم ہیں۔ اس ہنگامے میں، اس نفسا نفسی
میں، اس شور و شغب کی آنکھیں موند کر کانوں میں انگلیاں دے کر اپنے اوپر

تنہائی طاری کرنے والا قدموں تلے بچھ جاتا ہے۔ اس ماحول میں انسان کو نیند ستائے تو وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، بجھتے بجاتے آنکھیں کھول کر سو لیتا ہے! اس آشوب میں کسی کی آواز اسی قدر بلند ہے جتنی وہ توانا ہے۔ اس ہجوم میں گم ہونے سے صرف وہی بچ سکتا ہے جس کی انا کی ثابت ہے!

سید وزیر الحسن عابدی نے "باغِ دو در" میں شامل سات خط، بنام تفضل حسین خان، مکتوب الیہ کی بیاض سے جو انہیں ذخیرۂ شیرانی میں ملی، پیر نقوش کے ناظرین کے سامنے پیش کیے ہیں۔ اس بیاض کی مدد سے ان خطوط کی تاریخ کا تعین ہو جاتا ہے، خان کی خیرآبادی نسبت کی توثیق ہو جاتی ہے، اور ساتھ ہی متن میں بعض اختلافات بھی۔

مسلم ضیائی نے تین خطوں کے عکس شائع کرائے ہیں جن میں سے ایک پہلی بار سامنے آیا ہے۔ اس کے علاوہ "میخانۂ آرزو سر انجام" کے بارے میں ایک مختصر سا نوٹ بھی لکھا ہے۔ یہ غالب کی فارسی نثر و نظم کا اولین مخطوطہ ہے جو انجمن ترقی اردو کراچی کے پاس ہے۔

جلال الدین (اسسٹنٹ آرکائیوز، الہ آباد) نے اس بات کو گمراہ کن قرار دیا ہے کہ "غنیۃ الطالبین" مخطوطہ، نمونۂ میر غالب کے قلم کی تحریر ہے: خیر بہو روی نیاز ور میں اس کے بارے میں یہ غلط فہمی پھیلا دی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک اور صاحب محمد اسد اللہ غالب الہ آبادی (۲۱۸۳۸ — ۹۴) کی تحریر ہے۔ مضمون کے ساتھ عکس بھی دیا گیا ہے۔

سید حامد حسین نے رفعت بھوپالی کے نام غالب کے ایک مطبوعہ خط کی اس نقل سے جو مکتوب الیہ کی بیاض میں محفوظ تھی اور مطبوعہ سے قدرے مختلف ہے، یہ نیا متن پیش کیا ہے؛ ساتھ ہی غالب کے نام خود رفعت کے دو خط بھی دیے گئے ہیں۔

سید معین الرحمٰن نے گلِ رعنا کا ایک نسخہ ڈھونڈ نکالا ہے جو
بخطِ غالب ہے۔ یہ نسخہ خواجہ محمد حسن احمد نہروی (اور اب لاہوری) کی ملکیت تھا۔
عرشی صاحب نے اپنے مختصر تعارف کے ساتھ رضا لائبریری میں محفوظ دیوانِ
غالب اردو کا ایک قدیم انتخاب (گلِ رعنا) بکمال پیش کر دیا ہے (کتابت ۱۲۵۰ھ)
جسٹس سجاد احمد جان کی تقریر جو نقوش نمبر کے اجراء کے موقع پر کی گئی، ایڈیٹر
نقوش کی تعریف میں، موجودہ نمبر شروع ہی "غالب کی یاد میں" کے عنوان سے
درج کر کے شائع کر دی گئی ہے۔ اسمیں ایک جملہ بے ہٹ میں آ گیا ہے: "مختلف ممالک میں
غالب کی برسی بڑی شان سے منائی جا رہی ہے، بھارت نے ۱۲ لاکھ روپیہ صرف کر کے
ایک شاندار غالب اکادمی قائم کی ہے، صد سالہ برسی کے موقع پر وہاں کے بیشتر
اردو رسائل نے بڑے شاندار غالب نمبر نکالے ہیں"۔ پاکستانی اور وہ بھی سرکاری
قلم سے ہندوستان کا ان لفظوں میں اعتراف آپ کو کم ہی ملے گا؛ یہ اور بات
ہے کہ نقوش کے موجودہ نمبر کی ساری آب و تاب، جو ناشر کے بقول "پوری ایک
صدی میں جو کچھ غالب پر چھپا ہے، اسمیں یہ سب سے قیمتی دستاویز ہے" یہ سب سے
قیمتی دستاویز ہندوستان ہی کا تحفہ ہے جو اس نے پاکستان کو نذر دیا ہے؛ گر

تو اور سوئے غیر نظرہائے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا!

یہ سب سے قیمتی دستاویز نثار احمد فاروقی نے ایک فاضلانہ مقدمہ
(۳۸ ص) اور تصریحات (مع اشاریہ) کے ساتھ (۱۲۹ ص) پر مشتمل
بیاضِ غالب کے عنوان سے شائع کی ہے۔ یہ وہی نزاعی نسخۂ بھوپال
عرف نسخۂ امروہہ عرف نسخۂ عرشی زادہ ہے جسے عرشی زادہ اکبر علی خاں نے
بصد اہتمام سے ۲۶ ستمبر کو ہندوستان میں شائع کیا تھا۔ ہندوستانی ایڈیشن

صرف عکس پر مشتمل تھا یعنی شاندار عکس؛ پاکستانی ایڈیشن میں یہ اہتمام بھی
کیا گیا ہے کہ صفحہ بہ صفحہ نستعلیق میں غالب کی عبارت کو اسی طرح [illegible] کر کے
قاری تک پہنچانے کے لیے، نقل کر دیا گیا ہے۔

اس نسخہ کی اطلاع مقالہ نگار کو بقول وہی بار ۲۷ اپریل کو توفیق احمد امروہوی
(مالک دوم) کے الجمعیۃ میں مندرجہ ایک اشتہار کے ذریعہ ہوئی۔ اسکی تصدیق
محکمۂ آثار قدیمہ اتر پردیش کے ایک کارکن ـــــ جلال الدین، نے ایک
مقالہ اس نقوش نمبر۲ میں شائع ـــــ کی اخبار میں دی ہوئی خبر سے ہوئی
جو ۲۷ اپریل کو تمام موقر اخباروں اور آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوئی۔
۲۷ اپریل کو مالک نسخہ نے دہلی میں مقالہ نگار کو نسخہ دکھایا جس سے مقالہ نگار نے فوراً "استفادہ"
کر لیا اور اسکی تصدیق بھی کی کہ یہ بخط غالب ہی ہے اطلاع مراسلہ ۲۲ اپریل کے ہماری
زبان میں شائع ہوا۔ جلال الدین کے بعد یہ دوسری تصدیق تھی۔ اسکی تصدیق
عرشی صاحب نے کی جو آج کل کے جولائی نمبر میں چھپی۔

توفیق احمد امروہوی اس دوران میں اکبر علی خاں سے بھی ربط قائم کر چکے
تھے اور انھیں بھی نسخہ سے "استفادے" کا موقع دے چکے تھے۔ دو استفادہ کرنے والوں کے وقت
استفادہ کرنے کے بعد قدرتاً یہ خواہشمند تھے کہ غالب شناسی کی تاریخ کا یہ
سنگ میل انکے نام سے وابستہ ہو۔ نسخہ کے مالک نے بالآخر ایک مرحلہ پر اپنے
ہموطنوں سے کچھ برگشتہ ہو کے، اکبر علی خاں کو اس امر کی اجازت دیدی کہ وہ
نسخہ کو اپنے رہنما سے شائع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن اس بیچ میں
نسخہ کے مالک اول (عبد الباری) کو جب اس کی قیمت کا اندازہ ہوا تو انھوں نے مالک دوم
پر دعویٰ کر دیا کہ وہ ان سے خریدے نہیں بلکہ صرف دکھانے کیلئے لے گئے تھے
اور یہ کہ نسخہ انھیں واپس ملنا چاہیئے۔ مقدمہ قائم ہو جانے کے سبب اکبر علی خاں

کا ایڈیشن شائع ہو سکا۔ اب دو دکتور کے لیے ایک ہی راہ تھی کہ وہ دیباچہ ڈھونڈ
پاکستان میں چھپوا دیتے۔ استفادہ رنگ پارس موجود تھا، نقوش نے
اپنی خدمات پیش کر دیں، اور فاروقی ایڈیشن اسطرح شائع ہو گیا۔

چونکہ ادھر اور ادھر دونوں طرف معاملات گڑبڑ کے تھے
اسلیے نقوش نے اپنی فہرست مضامین میں تو بیاض غالب کو نثار احمد
فاروقی کے نامۂ اعمال میں درج کر دیا لیکن اپنے اداریے میں واضح کو
مبہم اور مبہم کو واضح کرنے کی دلچسپ صنعت گری ملاحظہ ہو:

"اس بیاض کو ڈھونڈنا بھی بہت بڑا کام ہے۔ اگر اس سعی میں ہمیں کامیابی
ہوئی ہو تو اسے آسان کام نہ جانیے....

"نثار احمد فاروقی کے مضمون میں کہیں کہیں صفحہ فلاں الف اور ب کے حوالے
ملتے ہیں، یہ حوالے بیاض کے ہیں"۔

فاروقی کے اس مضمون میں نسخہ کی کیفیت، بخط غالب ہونے کے شواہد، املا،
زمانۂ ترتیب، زمانۂ کتابت، ترتیب دیوان کے مدارج، نسخۂ اردو یہ کی
اصلاحیں، اس نسخہ سے نسخۂ حمیدیہ وعرشی کے متن کی تصحیح، اس نسخہ پر حواشی کا اضافہ،
تعداد اشعار کا گوشوارہ، کل منظومات کی فہرست، اس نسخہ میں شامل 19
غیر مطبوعہ اردو غزلیں اور ایک رباعی، اور ۱۲ فارسی رباعیں —
یہ سب عنوان قائم کر کے تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

نقوش کے اس شاندار نمبر کی بیاض اتنے پر شہرت ہوئی کہ اتفاق تھا سے
جس جس منفیت الدین فریدی کی بیاض رشی کے پاس آگئی، وہ اس وجہ سے
شہرت پا گئی ہے کہ نقوش وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نقوش
کا اداو ہ قبول رہنے ہی کو تیری کا صدقہ ہے یا کو تیری میں ڈال بیٹھنے کا تماشا،

دیوانِ غالب

ہندوستان سے صدی جشن پر دو ہی قابلِ ذکر ایڈیشنز نکلے، ایک کتاب نگر لکھنؤ کا خوبصورت جیبی قسم کے سائز میں جو ۱۹۵۸ء کے ایڈیشن کی طبع ثانی ہے، اور دوسرا مالک رام کا مرتبہ اور صد سالہ یادگار کمیٹی کا شایع کردہ ۲۱۶ صفحات پر مشتمل مالک رام کا مرتبہ "دیوان غالب" اگرچہ اختلاف نسخ قسم کی چیزوں سے مبرا ہے اور اس لئے محققوق کے لئے وقیع چیز نہیں ٹھہرے گا لیکن صدی جشن پر غالب کو عام آدمی تک پہنچانے کے لئے اس سے زیادہ خوبصورت تحفہ سامنے نہیں آیا۔ کتابت، طباعت، گیٹ اپ، اور قیمت ہر اعتبار سے ہر شخص کے لئے پسندیدہ چیز ہے۔ عام آدمی کے لئے متن سے قبل بھاری بھرکم مقدمے بھی فضول ہی ٹھہرتے ہیں اس لئے صدی ایڈیشن میں مرتب نے اپنا وہ مقدمہ بھی نہیں دیا ہے جو وہ اس سے پہلے کے اپنے دو ایڈیشنوں میں دیتے رہے ہیں۔

دیوان کی یہ اشاعت مطبع نظامی کانپور کی ۱۸۶۲ء کی اشاعت پر مبنی ہے جو "غالب کا سب سے آخری صحیح کردہ متن ہے۔" اس میں ۱۸۰۲ شعر تھے، مرتب نے "چار شعروں کا اضافہ ردیف ی کی غزل ختم کیا سے اقلم کیا ہے، ہیں ۱۰ دوے معلیٰ سے کیا ہے۔ اور آخر میں سہرا بھی بطور ضمیمہ شامل کر لیا ہے۔ چونکہ قطعۂ بیان مصنف اسی کا تتمہ تھا، اس لئے اس کا شمول مناسب خیال کیا گیا۔" ریسرچ کے بعد جو غزلیں یا اشعار دریافت ہوئے ہیں، یا غالب کے قلمزد اشعار وغیرہ، یہ سب کچھ اس دیوان میں اسلئے شامل نہیں کیا گیا کہ عام آدمی کو نہ ایسے اشعار سے کوئی فائدہ، نہ ایسے اشعار عام آدمی کے لئے ہیں۔ میں دیوان کا اس اشاعت کو اس کی دیدہ زیبی، نفاست، اور عام آدمی کو ہر جگہ ہر موقع پر نظر میں رکھنے کی کوشش کے لحاظ سے صدی جشن کی مطبوعات میں "اہم ترین تحفوں میں شمار کرتا

ہوں اور اپنے کسی دوست کو تحفہ دیتا ہوں تو اس یا تو یوسف حسین خاں صاحب کی کتاب ہوتی ہے یا دیوان کا یہ نسخہ۔

اتنا کہنا کافی تھا کہ بمبئی کی "غالب یادگار کمیٹی" کا شائع کردہ دیوان کا صد سالہ ایڈیشن جلا تو دیدہ زیبی، گیٹ اپ، طباعت و کتابت حتیٰ کہ قیمت کی ارزانی تک میں، مرکزی صد سالہ کمیٹی کے نسخہ کا حریف بن گیا ہے۔ شاندار چیز ہے، ویسے نمبروں کے نمبر دینے میں کوئی حرج تو نہیں! پیش لفظ رفیق زکریا صدر کمیٹی نے صفحہ بھر کا لکھا ہے جس میں وجہ سردار، ظ۔ انصاری اور شہاب الدین دسنوی کا شکریہ ادا کیا ہے۔

نوائے سروش غالب

اکبر رضا جمشید، ایڈووکیٹ، پٹنہ نے غالب کا وہ قلمی دیوان دوبارہ اس نام سے شائع کیا ہے جو منشی انوار الحق نے نسخہ حمیدیہ کے نام سے شائع کیا تھا۔

نامہ ہائے فارسی غالب

انگریزی نام "پرشین لیٹرز آف غالب" ہے سید اکبر علی ترمذی نے اسے مرتب کیا ہے اور غالب اکیڈمی نے شائع کیا ہے ایشیا پبلشنگ ہاؤس اس

کے تقسیم کار ہیں۔ مقدمہ انگریزی میں ہے قاضی صاحب (قاضی عبدالودود) کا پیش لفظ بھی انگریزی میں ہے جس میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "غالب کے ذہن پر مختلف اثرات کا مرتب نے جو جائزہ لیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے لیکن یہ امر کہ فورٹ ولیم کالج کا غالب کے اسلوب پر کوئی اثر پڑا تھا اس میں مجھے شبہ ہے۔"
فارسی متون ۱۲۰ ص۔ انگریزی میں مقدمہ ۱۴ ص۔ انتساب ہمایوں کبیر مرحوم (ف) ضخامت ۱۰۰۔

دستنبو۔

غالب کی یہ کتاب دیوان کی طرح "صد سالہ یادگار غالب کمیٹی" نے اپنے مخصوص دیدہ زیب ڈیزائن پر بڑی نفاست کے ساتھ ٹائپ میں شائع کی ہے۔ پچاسی صفحے ہیں، مرتب کا نام نہیں دیا اس لئے کہ مطبع مفید خلائق آگرہ کے جس ایڈیشن کے پہلے صفحہ کا عکس دیا ہے اس کو جوں کا توں شائع کر دیا گیا ہے۔ عام طور سے کتاب ملتی نہیں تھی۔ کم سے کم پڑھے جانے کے قابل ایک چیز سامنے تو آگئی؛ تحقیقی متن کا آئندہ انتظار رہے گا۔

غالبیات (ببلیوگرافی)

عبدالقوی دسنوی کی مرتبہ ۳۱۸ صفحے کی یہ کتاب نسیم بکڈپو لکھنؤ نے شائع کی ہے۔ شروع میں تین صفحوں کا مقدمہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ ببلیوگرافی کا کام اس سے پہلے خواجہ احمد فاروقی (اردوئے معلّیٰ: ۱۹۶۱ء) اور نثار احمد فاروقی (برہان ۱۹۶۰ء۔ تحریک کا حوالہ نہیں!!) کر چکے ہیں اس فہرست کو اور زیادہ وقیع اور جامع بنانے کی کوشش کی ہے"۔
ایک عنوان ہے "تصانیفِ غالب اور تصانیف برائے غالب"۔

یہ خواہ مخواہ فارسی کو اردو میں دخیل کرنے سے برائے "قسم کی چیزیں لائی پڑتی ہیں! کتابوں کے اندراج میں ص۲۲ پر "نمونۂ مخلوبیتِ غالب، حامد علی مو ہانی، مطبع صدیقی بھوپال" یہ غالبؔ وہی ہے جس کا ذکر مرتب وسنوی ہی کی دوسری کتاب "غالب اور بھوپال" میں بھی آیا ہے لیکن وہاں اس کے بارے میں یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ چھپ بھی چکی ہے! ایک اور اندراج بھی اہم ہے "رموزِ کلام غالب، محمد اسحاق، کلکتہ" ۔ "باغ دو در" کو غیر مطبوعہ لکھا ہے، کئی سال ہوئے وزیر الحسن عابدی اسے اورنٹیل کالج میگزین میں طبع کرا چکے ہیں۔ "دعاے صباح: مرزا غالب" بس، کہاں چھپی، کب چھپی، کچھ پتا نہیں!

ترتیب بہت عمدہ ہے: پہلے کتاب وار، پھر مصنف وار، پھر موضوع وار (i) "نثری مجموعے" (ii) رسائل واخبارات (iii) مکالمے، خاکے، ڈرامے، ریڈیائی ڈرامے، تمثیلیں (iv) نظمیں غزلیں (v) تبصرے ——— اور آخر میں موجودہ کتاب کے مآخذ۔

عیارِ غالب

علمی مجلس، دہلی کی شائع کردہ، مالک رام کی مرتبہ، ۲۷۲ صفحات پر مشتمل معیاری سائز اور نفیس کتابت وطباعت کے ساتھ غالب پہ ایک نئی کتاب اگست ۶۹ء میں شائع ہوئی ہے جس میں مندرجہ ذیل مقالے شامل ہیں: توقیت غالب (مالک رام) غالب کی اردو شاعری کے چند پہلو (فراق) غالب کا فن (محمد حسن) غالب کا نعتیہ کلام (ضیا احمد بدایونی) جہانِ غالب (قاضی عبدالودود) خطوطِ مشاہیر بنام ولایت دعزیہ صفی پوری شاگردِ غالب (مسعود حسن رضوی ادیب) غالب کی صحیح تاریخ ولادت (سید ضمیر حسین رضوی) زبانِ غالب (گیان چند)

غالب کا تصور ویرانی (محمد عزیز حسن مراد آبادی) غالب، ایک نفسیاتی مطالعہ (ذیلد ناتھ ورگ)، غالب کی بیماریاں اور مرض الموت (عبد الجلیل)، غالب شناسی: جب اور اب (مالک رام ــــ۔ اور اختر حسین کی مترجمہ مثنوی چراغ دیر۔

"توقیت" مفید ہے اور مالک رام کے قلم سے ہونے کے باعث مختصر ترین مستند اندراجات کے طور پر کار آمد بھی رہے گی۔ لیکن انکا "غالب شناسی" والا مقالہ بہت قیمتی ہے کہ غالباً پہلی بار، از خود، انھوں نے تخلیق کی وادیٔ بے آب و گیاہ سے نکل کے غالب فہمی کے میدان میں قدم رکھا ہے: اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محقق لوگ خشکی کا لبادہ اوڑھے رہتے ہیں، واقعتاً ان کے خشک قلم اور خشک دماغ نہیں ہوا کرتے۔ یہ مقالہ جس میں شروع میں غالب کی ان کے زمانے میں قدر کیے جانے کے شواہد جمع کیے گئے ہیں ــــ اور پھر ان کی عظمت کے اسباب بتائے گئے ہیں اختصار کے ساتھ جامعیت کا نمونہ ہے اور غالب کو سمجھنے کیلئے ہمیشہ کام آتی رہنے والی چیز۔ اسے غالب صدی پر شائع ہونے والے دس اچھے مقالوں میں بآسانی شامل کیا جا سکتا ہے، اگر آخر کے دو صفحے کا مواد کم کر دیا جائے۔

بقیہ مقالوں میں: سب سے پہلا مقالہ فراق کا ہے جو مطبوعہ مقالہ کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا مقالہ "غالب کی صحیح تاریخ ولادت جسکی اہمیت پر پیشِ لفظ" میں دیر تک گفتگو کی گئی ہے، ابھی رسالہ "اردو" میں شائع ہو چکا ہے دونوں مقالے ایک مقام سے ہیں اس لئے دوبارہ اشاعت میں کوئی ہرج بھی نہیں، حوالہ بہرحال اچھا ہوتا ہے۔ فراق کا السٹریٹیڈ ویکلی کے غالب نمبر میں چھپا ہے اور رضوی کا "اردو" کے نمبر میں۔ اردو میں فراق کا ترجمہ پہلی بار ہی چھپا ہے، لیکن اس میں ترجمہ پن اسقدر نمایاں ہے کہ فراق کے

انداز کا پورا لطف غائب ہو گیا ہے۔ پھر یہ کہ ترجمہ یا تو لفظی ہو یا معنوی —
۔ دونوں کا آمیزہ اور بھی اکھڑا اکھڑا ہو جاتا ہے، اور متعدد جگہ صحت سے بھی
دور چلا جاتا ہے۔ مثلاً شروع ہی کی چار سطروں کا ترجمہ
اردو کے منتھی بھر شاعروں کی کہکشاں

میں غالب سب سے زیادہ تابناک	Ghalib holds a unique
شاعر ہے۔ وہ واقعی آفاقی شاعر تھا،	positon in The Galaxy of
اور سارے آفاقی شاعروں کی طرح	urdu poets. He Was Truly A
اس کی شاعری بھی ایسی تھی کہ اس کے	universal Poet. and in His
افق پر جا ہے جتنی دور بھی آپ چلے۔	Poetry "You can work infin-
جائیے، پھر بھی اس کی پنہائیوں کی	itely out and out, But
آخری حد آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔	yet infinitely in and in.

نشان زدہ حصے مترجم کا تشریحی اضافہ ہیں، لیکن غیر ضروری! پھر یہ کہ
آخری جملہ ایک اقتباس پر مبنی تھا جسے داوین میں دینا ترجمہ میں بھی ضروری
تھا۔ اور تیسرے یہ کہ اسی اقتباسی حصہ کا صحیح مفہوم بھی نہیں آیا یا یہی انداز
آگے بھی قائم رکھا ہے۔

غالب کے فن پر محمد حسن کا مقالہ دراصل ان کا میدان نہیں تھا اسی
لئے فغانی اور اسی طرح دوسرے فارسی شاعروں) کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے
ثانوی مصادر سے مدد لی ہے۔ مقالہ دوسرا حصہ زیادہ سنبھلا ہوا اور ان کا
اپنا ہے لیکن یہاں بھی کوئی نئی یا فکر انگیز چیز نہیں ملتی۔ ایک جملہ البتہ کام کا ہے
کہ "غالب کو لفظوں اور جملوں کی ظاہری اور زیریں لہروں کا عرفان حاصل ہے
اور شعر میں ان دونوں کے باہمی تضاد اور تناؤ سے حسن پیدا کرتے ہیں۔

محمد حسن نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو   رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو

یہ شعر میر کا نہیں ہے۔ پھر کس کا ہے؟ یہ بتانے کی کیا ضرورت رہی تھی!

"غالب کا نعتیہ کلام" میں موضوع کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔ "جہان غالب" قاضی صاحب کے نوٹس (NOTES) کا ایک حصہ ہے۔ "خطوط بنام عزیز صفی پوری" ان کے مطبوعہ کتاب "سوانح اسلاف" کی دو بارہ پیشکش ہے اردو میں تحقیق کی یہ بھی ایک روش رہی ہے۔ اس نمبر میں اس کی شمولیت لئے از تلامذۂ غالب ہونا کافی ہے۔

"زبان غالب" میں ابتدائی کلام کی روشنی میں (۱) دو لفظوں کو ملا کے مرکب بنانے کی غالب کی خصوصیت (جو زبان کی توسیع کے لئے قابل توجہ ہے) (۱۱) فارسی حروف اور مصادر کا بے تکان استعمال (۱۱۱) توائی اضافت (۱۷) ان کے ساتھ جمع لانا (۷) یک جہان، یک چمن قسم کا توصیفی مرکب، اور (۷۱) فارسی محاوروں کا استعمال جس میں "اعتدال کی تمام حدود پار کر گئے"۔ پہلی اور آخری قسم کی مثالیں اہم اور کارآمد ہیں۔ غالب کے سلسلہ میں گیان چند کے دوسرے مقالوں کی طرح یہ بھی اہم اور مفید تحریر ہے۔

"غالب کا تصور ویرانی" موضوع اچھا ہے۔ باتیں بھی اچھی ہی ہیں، لیکن طول زیادہ ہے اور کئی جگہ غالب پر ایک مقالہ سے زیادہ مصنف کا ایک ایسے ہو گیا ہے جس میں گویا غالب کے اشعار بھی مذکور تے جاتے ہیں۔ اسی ذیل میں یہ بیان کہ "مشرقی شاعری میں غالب سے پہلے یہ [جہاں کوئی نہ ہو والا] تصور میری نظر سے کہیں نہیں گذرا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تصور بنیادی طور پر ترک دنیا اور جوگی پن کی تعلیم پر مبنی ہے اور اسلام ترک دنیا کا مخالف ہے۔

اس لئے فارسی اور اردو میں کسی شاعر نے اسے پیش نہیں کیا" تخیل
کی آزاد اڑان کی ایک مثال ہے۔ ایک شعر کے معنی بہت خوب دیے ہیں:
"جنت نکند چارۂ افسردگی دل   تعمیر باندازۂ ویرانی ما نیست
"گویا جس حد تک انسان کو برباد اور ویران کر دیا گیا ہے جنت کی وسیع دلکش
اور پرسکون فضا بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتی" اس سے شعر زیادہ بامعنی
بلیغ اور معنویت زائل ہو گیا ہے۔
وِگ کا نفسیاتی مطالعہ" غالب کے مطالعہ سے زیادہ مصنف کی اپنی
اپج کا مظاہرہ ہے۔ غالب کی اس غزل "کوئی امید بر نہیں آتی" سے اچانک اس
نتیجہ پر پہنچنا کہ غالب اس خاص نفسیاتی بیماری میں مبتلا تھا (جبکہ اس شعر کے
ہم معنی پچاس شعر ہر شاعر کے یہاں مل جائیں گے) اور پھر اس کی سپورٹ کے
لئے یہ کہنا کہ نیند بھی نہیں آتی ہے وغیرہ، چنانچہ آگے غالب کہتا ہے" ......
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی" پورا مقالہ اس لے میں چلتا ہے۔ مالک رام
مقالہ نگار کو کچھ تاریخیں مہیا کر دیتے ہیں جب وہ پنشن سے مایوس ہو کے لوٹے
تھے، اور بھی رشتۂ سخن دراز ہو جاتا ہے، اور اس طرح بلا اس بات کی
طرف توجہ دیئے کہ شاعر کا ہر شعر اسکا اپنا شعر یا اس کا اپنا تخیل، اپنی فکر، اپنا
اظہار ہو ــ یہ ضروری نہیں ہے: اردو غزل میں خاصکر، اور پرانی اردو
غزل میں تو اور بھی! کچھ مضامین ایسے رہے ہیں جن پر شعر موزوں کرنا فنی
عبور کی دلیل بھی تھا اور روایت کے احترام میں بھی شامل تھا۔ کچھ مضامین
پر محض اس لئے شعر کہا جاتا تھا کہ اپنی ندرتِ تخیل اور جدتِ ادا کا مظاہرہ
اس طرح ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ ایسے مطالعے، اور تنقیدیں
کوئی HERESY رہے ہیں بلکہ صرف اتنا کہ ادھورا یا ثانوی علم گمراہی کا

سبب بھی بن جاتا ہے۔

"مرزا غالب کی بیماریاں اور مرض الموت" کی تعمیر زیادہ مضبوط شواہد اور واقعی بنیادوں پر کی گئی ہے اس لئے قابلِ توجہ ہے۔ اس مضمون کا محرک دراصل انور فریدآبادی کا ریمارک ہے کہ ان کے خون میں حدت و تحریق کچھ تو خاندانی تھی..... اور کچھ شراب کی زیادتی سے؛ شاید ستم ڈومنی کے صدمات بھی اس میں شامل ہوں بسلسل سات بچوں کا رضاعت ہی میں ضائع ہونا شاید اسی وجہ سے؟ مضمون نگار نے یہ ثابت کیا ہے کہ غالب DIABETIS کے مریض تھے۔

غالب اور حیدرآباد

چار مینار اور غالب کے خاکوں والے خوبصورت گردپوش سے مزین ضیاءالدین شکیب کی یہ تصنیف معیاری سائز کے ۲۴۴ صفحات پر مشتمل ادبی ٹرسٹ حیدرآباد نے بڑی نفاست سے شائع کی ہے، جسے غالب صدی کے چند اہم کاموں میں شمار کیا جائے گا۔ ابواب کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) فضا: حیدرآباد ایک پس منظر؛ عہدِ غالب کا حیدرآباد (۲) تعلقات: تماشائے اہلِ کرم؛ ادبی تعلقات (جس میں تلامذہ میں ذکا، سالک اور سیاح کا تذکرہ ہے)؛ سخنہائے گفتنی (خطوط، عرضداشتیں اور قصیدے جو حیدرآباد بھیجے) (۳) اثرات: حیدرآبادی شعرا، ادبا پر (مثلاً ادبا میں شاد کے طرزِ مکتوب نگاری پر) (۴) غالبیات: انتقادیات (ذکا کی "خارش دخماش"؛ ڈاکٹر لطیف جنھوں نے بجنوری کی لے کو مدھم کیا)؛ سرگزشتِ غالب اور روحِ غالب کے ڈاکٹر زور؛ غالب کی شرحیں (وثوقِ صراحت از والہ؛ وجدانِ تحقیق از فرزند والہ؛ شرح طباطبائی؛ شرح ضامن کنتوری جو سات جلدوں میں محفوظ ہے؛ ترجمانِ غالب از

شہاب الدین مصطفیٰ مرحوم، ۱۹۵۶ء) (۵) شذرات: محسن بن شبیر کی "یوسف ہندی قید فرنگ میں" عبدالرزاق راشد کی "اصلاحات غالب" جو ۱۹۶۶ء میں چھپی، نذیر محمد خاں کی "غالب: ایک تمثیل" اور دو مزید تمثیلیں از منجو قمر و رفیعہ سلطانہ ــــ اور ایک کتاب شمشیر براں، بجواب قاطع برہان از مولوی عبداللہ (۶) آثار، یعنی وہ مخطوطات دنوادر جو حیدرآباد میں ہیں: قصیدۂ مختار الملک سالار جنگ در میوزیم ۲. مکتوب بنام ذکا در اسٹیٹ سنٹرل لائبریری ۳. مصحح نسخہ دیوان غالب: ۱۲۷۸ھ کا مطبوعہ مطبع احمدی والا جسکی غلطیوں کی تصحیح مرزا صاحب نے کی ہے۔ اس کے آخری صفحہ پر محمد حسن خاں کے نام خط ہے جس پر مرزا کے دستخط ہیں۔ ۴. مہر و چغہ (آغا حیدر حسن کے پاس) ۵. ذخیرہ شاہی قلمی (نظامیہ طبیہ کالج لائبریری) پر غالب کی مہر ۶. تصاویر: غالب، چندولال، نواب افضل الدولہ، ذکا، سالک (مولانا مودودی کے نانا) سیاح، قدر بلگرامی، حالی، نظم، ڈاکٹر لطیف، اور آثار نمبر ۱، ۲، ۳ کے بھی عکس۔

کتاب کی ترتیب بڑی مناسب ہے اور عنوانات کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے۔ خصوصاً وہ حصہ بڑی محنت سے لکھا گیا ہے جہاں غالب کے حیدرآباد جانے کے دو مواقع نکلنے پر بحث ہے۔

غالب کی تخلیقی تخیل:

شہید صفی پوری اس کتاب کے مصنف ہیں ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ نے شائع کی ہے۔

غالبؔ:

غالب — اردو کلام کا انتخاب: ساہتیہ اکیڈمی نے ۸۴ صفحہ (مقدمہ) ۲۸ صفحہ (ترجمہ) پر مشتمل "غالب" کے عنوان سے مجیب صاحب کی انگریزی کتاب شائع کی ہے، ثانی الذکر کو کسی قدر ترمیم و اضافہ کے ساتھ اس کا اردو ایڈیشن سمجھنا چاہیے جسے مکتبۂ جامعہ نے آفسٹ پر شائع کیا ہے ۳۶ صفحے کا مقدمہ ہے اور ۹۰ صفحے میں انتخابِ کلام۔

انگریزی ایڈیشن میں مقدمہ ۴ حصّوں میں ہے:

۱۔ غالب کا زمانہ۔ ۲۔ غالب کی شخصیت ۳۔ اردو شاعری کی روایات۔ ۴۔ شاعرِ غالب۔ اردو ایڈیشن میں صرف پہلا حصّہ، اور چوتھا حصہ شامل کئے گئے ہیں؛ دوسرا اور تیسرا باب اصلاً اردو سماج کے لئے نہیں انگریزی ترجمہ پڑھنے والوں کے لئے لکھے گئے ہیں اس لئے اردو ایڈیشن میں انھیں چھوڑ دیا گیا؛ اور چوتھے باب میں مناسب ترمیم اور اشعار کی مثالوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شیخ اور ہندستانی مسلمانوں پر عہدِ جدید میں ضخیم ترین عالمانہ انداز کی کتاب ("انڈین مسلمز") کے مصنف سے ہم توقع کرتے تھے کہ انڈو مسلم کلچر کی ایک اہم علامت، غالب، کا ایک بھرپور تہذیبی مطالعہ سامنے آئے گا، اور خود شاعر کے بارے میں بھی کچھ ایسے نکتے ملیں گے جو ادب کے طالب علموں کو تہذیب و تاریخ کے زندہ جو کھٹے میں مطالعہ کرنا سکھا سکیں گے۔ یہاں بات اشاروں سے آگے بڑھ ہی نہیں پائی مجیب صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بہت اچھا لکھا ہے، اسی لئے میری شکایتیں اور

شدت پیدا ہو گئی ہے کہ یہ کوتاہ قلمی آخر غالب ہی کے لئے کیوں مخصوص کر دی گئی۔

بہ ہیئت موجودہ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے: غالب کا زمانہ ۲) غالب کا اردو کلام؛ اور ۳) غالب کے اردو کلام کا انتخاب۔ غالب کا زمانہ دکھاتے ہوئے شہری تہذیب، اور طوائفوں کے ادارہ پر ضرورت سے زیادہ وقت صرف کیا گیا ہے۔ یہ بھی ضروری تھا لیکن اس عہد کے شرفا، علما، اور دانشور کن مسائل سے دوچار تھے، عام زندگی کے بارے میں کس طرح سوچتے تھے، کائنات کی گتھی کو کس طرح سلجھاتے تھے، رائج الوقت علوم کیا تھے، ان علوم کی سطح کیا تھی؛ اور غالب کے عہد تک ہمارا بلکہ غالب کا علمی ورثہ اور تہذیبی ورثہ کس شکل میں اس تک پہنچا تھا جو لازماً اس کی شاعری پر محسوس یا غیر محسوس طور سے اثر انداز ہوا ہوگا ـــــــــــ یہ سب مباحث چھیڑنے کے تھے جو کہیں نظر نہیں آئے۔ اور مجیب صاحب جس دلآویز انداز پر اس سلسلہ میں گفتگو کر سکتے تھے وہ عام طور سے اردو ادب کے اساتذہ کے بس کی بات نہیں تھی، اس لئے یہ کمی اور بھی افسوسناک ہے۔

اردو کلام پر تبصرہ مصنف کے ذاتی اندازِ نظر کا ترجمان ہے اس لئے کمی یا زیادتی کا شکوہ فضول ہے؛ لیکن یہ دلچسپ اور خیال انگیز بات ہے کہ غالب صدی پر مجیب صاحب کی مانند متعدد ذہین ناقدوں نے غالب کے بیدلانہ دور کی شاعری کو اس طور پر نئی قدر و قیمت کے ساتھ پیش کیا ہے جیسے یہی اس کا سنہری دور ہے۔

وہ نکتے جن میں غالب کی اہمیت پوشیدہ ہے مقالہ نگار نے اس طرح بیان کئے ہیں:

(۱) شروع کے دور میں غالب کا کلام لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہوگا شعر سن کر لطف.. کے بجائے ان کے علم و عقل کا امتحان ہوتا تھا"

(۲) "بے شک غالب نے انسان کو دریافت نہیں کیا، شاعر کا منصب یہ ہوتا ہے کہ انسان کی نظر میں وہ قوت پیدا کرے جس سے وہ اپنے آپ کو اور اپنی دنیا کو ہر پہلو سے دیکھ سکے۔ غالب نے اس منصب کا حق ادا کیا۔ شوق کو جو انسانیت کا جوہر ہے عالم وجود کی سیر کرنا سکھایا، اور اسے ہمت دلائی کہ مسکرا کر یا خفا ہو کر زندگی کی ایسی تمام شرطوں کو نامنظور کرے جن سے اس آزادی محدود ہوتی ہو یا اس کے مرتبۂ انسانی میں کمی پیدا ہوتی ہو!"

واقعۃً اس کتاب کا جو اصلاً انگریزی میں لکھی گئی ہے منشا یہ تھا کہ مغربی دنیا کو (اور انگریزی داں مشرقیوں کو بھی) غالب سے روشناس کرایا جائے اور اس کے لئے بہترین صورت یہی تھی کہ اس کے اشعار کا ترجمہ پیش کیا جائے (لیکن صرف اردو!!) مجیب صاحب انگریزی کے اچھے ادیب ہیں اس لئے یہ یقیناً ان کے کرنے کا کام تھا۔ اس سے وہ کس حد تک عہدہ برآ ہوئے ہیں اس کا تفصیلی جائزہ انگریزی غالبیات والے کتابچہ میں لیا جائے گا، فی الحال تو اتنا کہنا ہے کہ اردو میں پیش کرتے وقت انتخاب کی اس نوعیت کو، جو ترجمہ کے لئے تھی، ہو بہو برقرار رکھنا کیا ضرور تھا۔ یہ انتخاب اردو پڑھنے والوں کے نزدیک تو بس انتخاب ہی ہے محض انتخاب! اور اسے اس میں بیدلانہ شعروں کی بہتات اور متعدد زمینوں میں اچھے شعروں کی عدم موجودگی (جو ترجمے کے لئے مناسب نہ ہونے کے سبب منتخب نہ ہو سکے) بار بار مرتب کے ذوق پر شبہ کرنے کی طرف مائل کرتی رہے گی۔ اسے اردو میں بلا اس حوالہ کے کہ یہ اس انگریزی

کتاب کا ترجمہ ہے جو انگریزی خوانوں کے لئے لکھی گئی ہے، بیش ہی کرنا تھا تو اس کی مستقل بالذات حیثیت کو راسخ کرنا چاہیے تھا، اسے اردو ہی کی کتاب اور اردو والوں ہی کے لئے سمجھنا چاہیے تھا۔ یا ایک اسکالر کی یادگار کے طور سے اردو میں محفوظ کرنا تھا تو شروع میں یہ لکھدیا جاتا کہ انگریزی سے ترجمہ ہے۔ سبھی اردو والے انگریزی تو نہیں جانتے۔

اس انتخاب میں غالب کا تقریباً ⅓ اردو دیوان آگیا ہے۔

سیر غالب

ابو الحسنات بیدل فاروقی سہارنپوری کی ۲۵۶ صفحے کی یہ کتاب حیات، ادبی حیات اور جائزہ پر مشتمل ہے جس میں ایک عنوان "محاسن کلام غالب کا تصویر کا دوسرا رخ" قائم کر کے ان کے کلام میں پرستی سے لیکر قوافی کی غلطیوں تک جزئیات سے بحث کی گئی ہے۔ آخر میں غالب اکیڈمی پر قطعاتِ تاریخی نظم کئے ہیں، اس حد تک تو چل سکتا تھا لیکن اس کے بعد پھر اپنے متفرق اشعار بھی نقل کرنا شروع کر دیئے ہیں!

کہانی میری زبانی میری - غالب کی آپ بیتی

یہ آپ بیتی جسے حفیظ عباسی نے ۱۶۰ صفحوں میں مرتب کیا ہے، اور مجلسِ اشاعتِ ادب دہلی نے شائع کیا ہے غالب کے اپنے خطوں سے ترتیب دی گئی ہے اس طرح ایک کوشش محدود پیمانہ پر عتیق صدیقی، اور نثار احمد فاروقی بھی کر چکے ہیں۔ لیکن اس کا پیمانہ وسیع تر ہے: جی چاہتا ہے مزید وسیع ہوتا۔ خطوں کے اقتباسات جہاں جہاں سے لیے گئے ہیں ان کے حوالے غالباً اس لئے نہیں دیے گئے کہ کتاب اسکالر سے زیادہ عام آدمی کے لئے تیار کی گئی معلوم ہوتی ہے۔ ۹۱ صفحے تک اصل آپ بیتی ہے۔ پھر آپ بیتی ہی کے حصہ کے طور غالب کا اپنا انتخابِ کلام آخر میں شامل کر دیا ہے جو

انھوں نے رام پور کے نواب کلب علی خاں کو بھیجا تھا۔ یہ انتخاب رام پور کی رضا لائبریری نے آزادی سے پہلے بڑے اہتمام سے شائع کیا تھا۔

غالب کی کہانی

شفیع الدین نیّر کی ۱۲۸ صفحے کی یہ کتاب جو بچوں کے لئے لکھی گئی ہے اور جس کے لکھوانے کے لئے ذاکر صاحب بہت کوشاں تھے، نیّر صاحب کے مخصوص انداز میں ہے اور تقریباً ان تمام عنوانات پر حاوی ہے جو غالب کے سلسلے میں زیر بحث آسکتے ہیں۔ کتاب مکتبہ جامعہ نے شائع کی ہے۔ تاریخ اشاعت جون ۱۹۶۸ء ہے۔

نذرِ غالب

شریف احمد قریشی کا مرتبہ اور غالب صدی تقریبات کمیٹی گلبرگہ کا پیش کردہ یہ نذرانہ جس میں بیشتر تعارفی ہلکے پھلکے مضامین ہیں، ان میں یہ قابل ذکر چیزیں بھی شامل ہیں: "غلام رسول مہر" (سید محمد) "غالب، ایک جدید ذہن" (مبارز الدین رفعت) غالب کی ادائے خاص (ہاشم علی) غالب ایک جینیئس (مجیب الرحمٰن) دوسرے لکھنے والوں میں شمیم ثریا راہی قریشی، خیر النسا، بہجت شیرازی، عبدالقادر ادیب، وہاب عندلیب اور قیوم صادق ہیں جنھوں نے غالب کی نظم و نثر کے مختلف گوشوں پر ہلکے پھلکے انداز میں لکھا ہے۔

تلاشِ غالب

نثار احمد فاروقی کی ۲۴۲ صفحے کی یہ کتاب جو چھپ تو چکی ہے لیکن شائع ہونے کے مرحلہ سے ابھی نہیں گزری اس میں ان کے مندرجہ ذیل مطبوعہ مقالے شامل ہیں۔

مقدمہ (غیر مطبوعہ) "غالب کی آپ بیتی"۔ "نوادر غالب (نقوش ۶۲ء)۔ نوادر غالب در کتب خانہ انجمن محمدیہ آگرہ (۱۹۶۴ء) "غالب کا کچھ غیر مطبوعہ کلام" (نقوش ۱۹۶۴ء) حادثۂ اسیری اور غالب: ایک غزل کا زمانہ تصنیف" (آسماں اپنا والی غزل) (۱۹۶۲ء) "تلامذہ غالب (مصنفہ مالک رام) پر ایک نظر" (۱۹۵۹ء) اردوئے معلی: غالب نمبر: ایک علمی و تحقیقی رسالہ

کا جائزہ" (۱۹۶۱ء) کچھ غالب کے بارے میں"۔ متفرقات (نیا دور ۱۹۶۰ء) "مرزا غالب اور اثر لکھنوی" ("اردو" ۱۹۶۹ء) "ریاض الافکار اور غالب" (۱۹۶۵ء)۔ نسخۂ امروہہ (۱۹۶۹ء)

ان میں پہلا مضمون ان کے عام "رنگ تغزل" سے ہٹ کے ہے بقیہ سب ان کے معروف تحقیقی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ غالبیات کے سلسلہ میں بہرحال سب کے سب دلچسپ اضافہ ہیں۔

سرل غالب

ہندی میں غالب کے اردو کلام کا انتخاب جسے غالب اکیڈیمی نئی دہلی نے جیبی سائز میں اچھے گیٹ اپ کے ساتھ ۶۳ صفحات پر مشتمل شائع کیا ہے۔

غالب۔ حیات شاعری

مصنفہ نند کشور ۸۵ ص حیات" صد ۸۶ تا ۲۱۳ دیوان۔ مشورہ بکس دہلی

گنجینۂ غالب۔ آج کل کی خصوصی پیشکش

عرض مرتب کے عنوان سے پیش لفظ میں مرتب نے لکھا ہے۔

"آجکل" کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اس میں وقتاً فوقتاً غالب سے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ مضامین غالب کو سمجھنے اور غالب پر کام کرنے والوں کے لئے بڑے ممد و معاون ثابت ہوئے۔ ہم سے بار ہا یہ تقاضا کیا گیا کہ ہم ان مضامین کا انتخاب شائع کریں۔ لہذا غالب سے متعلق ۲۲ مقالوں کا انتخاب "آئینۂ غالب" کے نام سے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا گیا جسکو علمی ادبی حلقوں میں سراہا گیا۔ یہ کتاب اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے جو گنجینۂ غالب کے نام سے صد سالہ یادگار کے موقع پر شائع کی جارہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آئینۂ غالب اور گنجینۂ غالب کے لئے مضامین کا انتخاب کرتے وقت اس امر کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ اس عظیم شاعر کی زندگی اور فن کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہو جائے۔ ان دونوں مجموعوں میں آپ کو

ایسے تمام اہلِ قلم نظر آئیں گے جنھوں نے غالب کے سلسلہ میں گراں قدر کام کیا ہے"۔

پبلیکیشنز ڈویژن کی شائع کردہ اس کتاب پر مرتب کی جگہ بھی پبلیکیشنز ڈویژن درج ہے۔ کتاب ٹائپ میں ہے ۱۸۶ صفحے ہیں، اور مندرجہ ذیل مقالے اس میں شامل ہیں جن کے بارے میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ یہ کب کب پہلی بار آج کل میں شائع ہوئے تھے (سوائے مہر والے مضمون کے):

کچھ غالب کے بارے میں (امتیاز علی عرشی) نواب مختار الملک میر تراب علی خاں بہادر سالار جنگ (مالک رام) غالب اور ذال فارسی (قاضی عبدالودود) مرزا غالب کی شاعری کے بعض خاص پہلو (غلام رسول مہر) غالب کا قیام آگرہ اور تذکرۂ سرور (خواجہ احمد فاروقی) ریاض الدین امجد مصنف، سیر دہلی کی مرزا غالب سے ایک ملاقات (مختار الدین احمد) مرزا غالب کے چار خط، ایک نئے مکتوب الیہ، نعمان احمد کے نام (سید احتشام حسین) ابر گہر بار (ظ۔ انصاری) غالب کا تنقیدی شعور (اعجاز حسین) نوادرِ غالب: ایک فارسی خط بنام سرسید، ایک قطعۂ تاریخ وفاتِ مولوی حمید الدین (نثار احمد فاروقی) غالب کی ایک مہر: مملوکۂ آغا حیدر حسن (مختار الدین احمد) غالب کے خطوط کی تاریخیں اور ترتیب (قدرت نقوی)، غالب خیام کے رنگ میں (حسن عسکری بلکھنوی)، غالب اور قید (مرتضیٰ حسین)۔

مضامین سب کے سب اہم ہیں البتہ وہ جو اس درمیان میں کہیں کسی دوسرے مجموعہ میں آچکے ہیں انھیں یہاں مکرر پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی (مثلاً: ظ۔ انصاری کا مقالہ غالب شناسی ہیں۔

آئینہ غالب۔

چونکہ اس کا تذکرہ آچکا ہے کہ گنجینۂ غالب آئینہ ہی کے سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ اس لئے آئینہ کے مشتملات کا تذکرہ بھی مناسب ہی ہے۔ یہ ٹائپ کے ۲۷۷ صفحات پر مشتمل ہے اور مندرجہ ذیل مقالے اس میں شامل ہیں:

غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک (حمید احمد خاں)، غالب (آغا حیدر حسن) غالب کی کہانی خود ان کی زبانی (محمد عتیق)، مرزا غالب کی تصویریں (مختار الدین احمد) غالب کے بعض اشعار کے مطالب (اثر لکھنوی)، غالب اور آزردہ (خواجہ احمد فاروقی) غالب کی اپنے کلام پر اصلاحیں (امتیاز علی عرشی) غالب کا شعور: ایک مطالعہ (راجیندر ناتھ شیدا)، غالب کے خطوط، صغیر بلگرامی کے نام (قاضی عبدالودود) غالب اور اردو خطوط نویسی (برجموہن دتاتریہ کیفی)، ۱۸۵۷ کا ہنگامہ اور خطوط غالب (تنویر احمد علوی) غالب کی ایک نادر فیصلہ کن تحریر: قصائد ٹونک کی تاریخوں کے سلسلہ میں (منظور الحسن برکاتی) غالب کے چند اہم نقاد (محمد حسن) احوال غالب کی گمشدہ کڑیاں (غلام رسول مہر)، غالب کا ایک شعر: بقدر شوق نہیں ظرف تنگنا (مالک رام) غالب کے اردو دیوان کی اشاعتیں خود غالب کی زندگی میں (عطا کاکوی) غالب کے تغزل کا سماجی پہلو (عبادت بریلوی) غالب اور برہان (امتیاز علی عرشی) غالب کے چند قلم زدہ اشعار (وجاہت علی سندیلوی) غالب اور عارف (شاہد صدیقی) مرزا غالب ایک صوفی کی حیثیت سے (میکش اکبر آبادی)، مرزا غالب کا فارسی کلام (مرزا جعفر حسن)۔

آئینۂ غالب ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی، گنجینۂ غالب ۱۹۶۹ء میں۔ لیکن واقعۃً، جیسا کہ نہ کو ہوا گنجینہ بھی آئینہ کی طرح آجکل کے پرانے مطبوعہ مقالوں ہی پر مشتمل ہے۔ مجموعہ کی شکل البتہ صدی جشن کی یادگار ہے۔

ڈرامے

مرزا غالب : اسٹیج ڈراما

مصنفہ منجو قمر۔ پیش لفظ: عبدالعلیم نامی؛ سہراب سہراب مودی۔ تمہید یہ از مصنف: ۱۵ص
کل۔ ۱۶۰ص۔ نگاد پبلیکیشنز، حیدرآباد

دودِ چراغِ محفل

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ (صدر شعبہ اردو، عثمانیہ) کا تین ایکٹ کا ڈرامہ۔ ۹۰ص

غالب : ڈرامہ

از نذیر محمد خاں۔ مکتبۂ صبا حیدرآباد۔ ۱۹۶۸ء ۱۵۷ص

پیکرِ غالب : ڈرامے

از محمد عبداللطیف خاں ایم۔ اے (عثمانیہ) ۹۶ص
آٹھ چھوٹے چھوٹے ڈرامے جو غالب کے اشعار یا مصرعوں پہ مبنی ہیں
عنوانات اس طرح ہیں: ۱۔ آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں ۲) ہوا ہے شہ
کا مصاحب پھرے ہے اترا تا ۳) دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا ۴) عید
کا دربار: ہاں مہِ نو سنیں ہم اس کا نام الخ ۵) قرض کی پیتے تھے مے الخ ۶) تاب لائے
ہی بنے گی الخ ۷) رات دن گردش میں ہیں الخ ۸) دم واپسیں برسرِ راہ ہے الخ

گھر کے کا چاند

محمد حسن کا تین ابواب کا اسٹیج ڈراما "۶ جولائی ۶۸ء"
کی تصنیف، یکم مارچ کو جس پر خواجہ احمد فاروقی نے دیباچہ لکھا، اور

اکتوبر ۱۹۶۹ء میں جو شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کی منجملۂ مطبوعات میں
شامل ہوکر شائع ہوا۔ ڈراما ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف کو اس
فن میں خاصا دخل ہے اسی لیے غالب پر اب تک جتنے ڈرامے شائع ہوئے
(حبیب تنویر کا "مرزا غالب" غالباً شائع نہیں ہوا صرف اسٹیج ہوا!) ان میں
تاثر، ڈرامائیت، اور غالب کی تخلیقات کی مدد سے غالب کی جیتی جاگتی
تصویر پیش کرنے میں یہ سب سے بڑھ گیا ہے۔ اسکے ساتھ میں صرف ایک
انور صدیقی کے فیچر کا ذکر کر سکتا ہوں جو ایک حد تک اس کا حریف
ٹھہرتا ہے۔ یہ رسالہ جامعہ کے ستمبر یا اکتوبر کے پرچے میں نکلا ہے۔

انور صدیقی کے مختصر ڈرامے کی طرح "کرے کا چاند" طویل ڈراما
بھی غالب کے خطوں، اور کلام کو بنیاد بنا کر لکھا گیا ہے اسلیے واقعاتی
صداقت سے بھی قریب ہو جانے کے سبب اس کا لطف بڑھ گیا ہے۔ صرف ایک
جگہ مصنف کو کوئی التباس ہوا ہے۔ سید احمد شہید ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ
کو امر بنا چکے تھے اور غالب کی قماربازی کے سلسلے میں گرفتاری کا بیان کرنے کے
بعد ــــ جو بہت بعد کی بات ہے سید صاحب کا تذکرہ اس طور پر کرنا جیسے
وہ زندہ ہوں: اگلے ایڈیشن میں اسکی طرف توجہ کر لینا چاہیے

رسائل

نیا دور (لکھنؤ): غالب نمبر

خورشید احمد کا مرتبہ دو سو صفحات پر مشتمل یہ نمبر بڑی محنت سے مرتب کیا گیا ہے جس میں رد ش صدیقی کی مطبوعہ نظم، گیان چند کا مقالہ "محاورات غالب" جو بظاہر اردو ادب والے مقالہ کا ایک حصہ سا ہے (یعنی ایسے محاورات جو اردو شاعری میں عام طور سے استعمال نہیں ہوئے خصوصاً ابتدائی کلام میں، فارسی زدہ) اور عرشی صاحب کے نام سے "ترجمۂ منظوم دعاء الصباح: غالب کی ایک نادر فارسی مثنوی کا مخطوطۂ رام پور" (کتابت ۱۲۸۴ھ) کے سوا باقی سب مضامین خصوصی طور سے اسی نمبر کے لئے لکھے گئے ہیں آخر الذکر کسی دوسری جگہ تو نہیں چھپا لیکن ـــــــ مالک رام کے نام سے یہی مقالہ عنوان اور بعض جزئی حصوں کی تبدیلی کے ساتھ سید ین میموریل جلد میں کئی سال ہوئے شائع ہو چکا ہے۔ نیا دور کا مقالہ اس نسخہ پر مشتمل ہے جو نو لکشور کے مطبوعہ نسخے کی نقل ہے۔ اور مالک رام اسی مطبوعہ نسخہ پر لکھ چکے ہیں اور دعاء الصباح کا مکمل متن شائع کر چکے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یہ مقالہ عرشی صاحب کے نام سے ہے، یہ اسلئے کہ خود وہ اسے شائع کراتے تو یقیناً اپنے عزیز ترین دوست کے مقالہ سے ناواقف نہ ہوتے۔ یہ بظاہر ان کی عرصۂ دراز کی کوئی تحریر ہے جو ان کے علم کے بغیر نیا دور تک پہنچ گئی اور نیا دور نے نام دیکھکر یہ کافی سمجھا کہ مقالہ عرشی صاحب ہی کا ہو گا اور اس لئے ہر لحاظ سے شمولیت کے لائق۔ عرشی صاحب، خود بھی دیکھکر چونک گئے ہونگے۔

"شبیہ الحسن نونہردی کا مقالہ غالب کا تصور زندگی" کارآمد اور مفید چیز ہے، اور خیال انگیز بھی جس میں حرکت اور تیزی رفتار، اور ایک ایسے شعر کی ترغیب پر زور ہے جس میں منزل کی نہیں فقط گردش کی لذت ہے ضرب الامثال

اور مرزا غالب (سید اعجاز حسین)۔ غالب کی فارسی غزل (سید اختر علی تلہری) غالب اور عاشقِ رسواد باوقار (علی عباس حسینی مرحوم) غالب کی ہمتِ عالی (حبیب احمد صدیقی) قاطع برہان: منتخب حصّوں کا اردو ترجمہ (نیر مسعود) دیوانِ غالب ایک اہم گمشدہ نسخۂ بھوپال (ابو محمد سحر: عرشی صاحب کے خط اور دیباچہ پر مشتمل مقالہ) رشک: ظہوری اور غالب (مرزا جعفر حسین) مرزا غالب (ابو ہاشم سید یوشع) جہان غالب (قاضی عبدالودود: دوسری جگہوں کی طرح اس قسط میں بھی مختصر ترین پیمانہ پر انتہائی قیمتی اطلاعات) غالب کے خطوط افرادِ خاندان کے نام (نادم سیتاپوری) غالب چراغ دیر کی روشنی میں (امرت لعل عشرت) غالب کی خودداری (سلام سندیلوی) تو پھر تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو: اس پر بحث (وجاہت علی سندیلوی) غالب کا تصوف (حرمت الاکرام) کلام غالب کا ایک ہمعصر شارح: درگا پرشاد نادر دہلوی (نثار احمد فاروقی: ۷۴ اشعار کی شرح) مرزا غالب کا دوقعۂ اسیری (امیر حسن نورانی) بھوپال اور غالب (عبدالقوی دسنوی) غالب کا ماحول اور ردعمل (نجم الدین شکیب) غالب خطوط کے آئینہ میں (رئیس مینائی) غالب کی فارسی غزلیں اور فلسفیانہ مسائل: ایک سرسری جائزہ (انوار الحسن) غالب کی غزل (سعادت نظیر) غالب اپنی شکست کی آواز (سید محمود الحسن) غالب کی الم پسندی کا نفسیاتی تجزیہ (علی رضا حسینی) غالب کا تنقیدی شعور (شمس تبریز خاں) غالب اپنے دور سے آگے (کاظم علی خاں) غالب اور لذتِ آزار (اخلاق حسین عارف) غالب کے کلام میں اخلاقی اقدار، اور قومی ہم آہنگی کے عناصر (معین الدین حسن کاکوردی) مرزا غالب کے لطیفے (والی آسی) غالب ایک فنکار (ایم حسین قیصری) غالب کی کہانی غالب کی زبانی (ادارہ کی ترتیب) —— اور غالب کی متعدد تحریروں کے عکس کے ساتھ، خیر ہمدردی کی جیز ادلی سے لال قلعہ والی

تصویر۔

شمع حیات (دہلی) غالب نمبر

دلی کالج (ایوننگ) میگزین نے شمع حیات کے نام سے ۶۹۔۱۹۶۷ء کے دو سال پر مشتمل ۲۴۰ صفحات کا غالب نمبر نکالا ہے۔ اس میں طلبا کے مندرجہ ذیل مقالے ہیں: غالب کی شاعری میں غم و نشاط کی ہم آہنگی (انیس الرحمٰن) یہ پوچھے ہیں وہ ... عبد الرحمٰن خان) مرزا غالب کی خطوط نگاری (قاضی اظہار احمد صدیقی) غالب اور ان کی انفرادیت (الیس. ایم ظفر) موازنہ غالب و مومن (اکبر علی ہاشمی) غالب خطوط کے آئینہ میں (شمس الدین صدیقی) غالب بحیثیت نثار (کنور بھان)، غالب کا انداز بیان (ظفر محمود) ایک فنکار کے کنویس کا ایک چھوٹا سا حصہ (عظمت اللہ خاں) اور ـــــــ غالب کی زبان اور اسلوب (عبد القادر سروری) غالب کی شاعری میں دنیا سے کنارہ کشی کا رجحان (سلام سندیلوی) غالب کی حیات و شاعری کا جنسی پہلو (جاوید وششٹ) غالب: علاقہ بہ اخیان فارسی (سید ناصر حسین) غالب کی خمریات (عطاء اللہ خاور ہاشمی) غالب ایک تجربہ (معروف الحسن صدیقی) غالب کے مہربان (ظفر ادیب) مرزا غالب: انداز گفتگو (عتیق صدیقی) اور دو ڈرامے: "رَو میں ہے رخشِ عمر": ریڈیائی ڈرامہ (محمد حسن) "مرزا غالب دہلی کالج میں": ایکانکی تمثیل (قمر رئیس) آخر میں۔ عربی سیکشن میں غالب پر تیس صفحے کے مضامین دے کر گویا عرب دنیا کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کر دیا گیا ہے۔

جاوید وششٹ کا مقالہ خاصا خطرناک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ازدواجی زندگی کی ناکامی کے بعد شراب اور جوے کے شغل سے فرصت ملی تو نوجوان مرزا کسبیوں کے کوٹھے کے ہو رہے اور وہاں سے کوئی نامراد مرض بھی لے آئے۔

... حالی نے بھی مرزا کے دائمی امراض کا ذکر کیا ہے۔ ... . ساتوں بچوں کا مرجانا معنی خیز ہے ... ... !" غالب مشکل پسندی کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے لاابالی پن کی وجہ سے بحثیت انسان کچھ اچھی نظروں سے نہیں دیکھے جاتے تھے حالی کا بیان ہماری تصدیق کرتا ہے ... . بالکل اسی انداز پر کم سے کم دو اور حضرات بھی مقالہ نگار کے ہم فکر ہیں ایک نثار احمد فاروقی، اور دوسرے حبیب الرحمٰن صدیقی (سید ناصر حسین کا مقالہ غالب کی فارسی کے سلسلہ میں خاصی محنت سے لکھا گیا ہے اسی طرح معروف الحسن صدیقی کا مقالہ بھی توجہ سے پڑھنے کے لائق ہے۔ ظفر ادیب کا مقالہ بھی فکر انگیز ہے۔

نظموں میں جاوید وششٹ کی نظم "غالب صدی میں اردو" ہلکی پھلکی ہے مگر خاصے مزے کی ہے لیکن اسلم پرویز کی نظم "غالب اور میں" کے مقابلہ کی نظمیں تو پوری غالب صدی میں کم ہی لکھی گئیں ہونگی۔ (ساحر، نازش اور ابوالخیر کشفی کی نظموں کے ساتھ اسے کسی بھی معیاری غالب مجموعہ میں لیا جا سکتا ہے) شروع میں غالب کی بہت عمدہ رنگین تصویر بھی دی گئی ہے۔

اعتمادیہ (دہلی)

انیگلو عربک ہائر سکنڈری اسکول کا یہ مجلہ محمد قاسم صدیقی نے مرتب کیا ہے جو ۲۰/۱۴/۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے (بالترتیب اردو، ہندی اور انگریزی کے صفحات)۔ شروع میں ذاکر صاحب کا ایک خط ہے ایڈیٹر کے نام! ساتھ میں اکمل الاخبار کی خبر ہے غالب کی وفات پر جس نے سب سے پہلے نوٹس لیا تھا پھر مندرجہ ذیل چیزیں ہیں:

غالب: ڈرامہ (مرزا محمود بیگ) "مرزا نوشہ": ایک خاکہ (تنویر احمد علوی)

سرقات غالب (عبدالصمد صارم) مرزا غالب کے یہاں نئے دور کی آہٹ (سیفی پریمی) غالب کے زمانے کی دلی (ضمیر حسن) غالب بحیثیت صاحب طرز نثر نگار (وقار احمد رضوی) نفسیاتی زاویہ (خورشید الاسلام) اردو شعر و ادب میں غالب کا مقام (خواجہ احمد فاروقی) مرزا غالب، اسٹرائک کرنے والے طلبا کے نرغے میں (فرقت کاکوروی) خطوط غالب کی انفرادیت (خلیق انجم اشرفی) دیوانِ غالب اور غزل (مجنوں گورکھپوری)۔ بقیہ حصّے میں منظومات اور طلبا کے مضامین ہیں۔ ایک صفحہ میں غیر ملکی غالب پرستوں کے پسندیدہ اشعار اور اس سے پہلے ملکی غالب پسندوں کے پسندیدہ اشعار دیے ہیں یہ حصہ دلچسپ ہے۔ ہندی حصے میں دو مضمون" غالب کے پتر" (نور نبی عباسی) اور غالب کی مانیہ تائیں" (امیر محمد خاں) اور انگریزی حصہ میں غلام سمنانی محمد مجیب، نورالحسن نقوی، عنایت حسین اور رالف رسل کے مضامین غالب کی شاعری اور افکار پر شامل ہیں۔

نمبر مجموعی حیثیت سے مطالعہ کے قابل ہے اور محفوظ رکھنے کے قابل بھی، اور اسکول کا مجلہ ہونے کی حیثیت سے تو اپنے متوقع معیار سے بدرجہا بلند ہے۔

جاں نثار (امرتسر)

میلارام وفاؔ اس کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ سو صفحوں پر مشتمل ہے۔ سجاد ظہیر خواجہ احمد عباس، مالک رام، وقار راشدی، سید حسین، نظام الدین اور علی جواد زیدی کی تحریریں شامل اشاعت ہیں جو غالباً سب کی سب یا بیشتر دوسری جگہوں سے لی گئی ہیں

شگوفہ (حیدرآباد): غالب نمبر

شگوفہ کے ایڈیٹر سید مصطفیٰ کمال نے صدی یادگار میں اس طور پر حصہ لیا کہ اپنے

اپنے مزاحیہ رسالہ کا غالب نمبر بھی "حیوانِ ظریف نمبر" کے نام سے نکالا ہے۔ ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین سب رسالہ کے مزاج اور حیوان ظریف ہی کی مناسبت سے ہیں:

الماس (مہارانی کالج میسور): غالب نمبر۔

سید ابو تراب خطائی ضامن نگراں ہیں اور رقیوم صادق چیف ایڈیٹر۔ ۷۲ صفحات پر مشتمل کالج میگزین کا یہ غالب نمبر نکلا ہے جس میں طالبات کے مضامین کے علاوہ غالب کی انفرادیت (مبارز الدین رفعت)

غالب کی معجز بیانی (محمد ہاشم علی) احوال غالب (سید اقبال قادری) غالب کے مقطعے (ضامن) جدید مخطوطۂ غالب اور مہارانی کالج کی طالبہ (سلیم تمنائی) قادر نامہ (سیدہ مجیب النسا سلیم) اور غالب تنقید کی چھاؤں میں (رقیوم صادق) اساتذہ کی تحریروں میں شامل ہیں۔

اردو ادب: غالب نمبر: تقریباً ۲۰۰ صفحات پر مشتمل یہ نمبر جون ۶۹ء میں شائع ہوا یہ ۱۹۶۹ء کا شمارہ نمبر ۱ ہے۔

غالب کی عظمت (آل احمد سرور) اس نمبر کا پہلا مقالہ ہے جس میں یہ جملے بھی ملتے ہیں:

"ایک بزرگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب تک کوئی معقول انسان نہ ہو، اس کی شاعری معقول نہیں ہو سکتی . . . . میں یہاں شاعر یا فنکار کی ذاتی کمزوریوں کا جواز نہیں پیش کر رہا ہوں . . . فنکار ان کمزوریوں کی وجہ سے فنکار نہیں ہوتا، ان کے باوجود ہوتا ہے . . . . میں اپنے طالب علموں کو ہر سال شروع میں دو نقادوں کا قصہ سناتا ہوں۔ ایک نے کہا یہ کتاب اچھی

ہے، مجھے پسند ہے۔ دوسرے نے کہا مجھے پسند نہیں مگر کتاب اچھی ہے۔ دوسرا بہتر نقاد تھا۔

تمام اردو شعرا میں غالب کے یہاں یہ سب پہلو جلوہ گر ہیں وہ پورے آدمی ہیں... غالب صحیح معنی میں شاعری کو دانشوری بنا دیتے ہیں۔ انھیں معنوں میں، میں نے عرصہ ہوا کہا تھا کہ غالب نے اردو شاعری کو ذہن دیا

(میر، نظیر، اقبال) ان سب کے یہاں انسان اس اخلاقی مشن کی وجہ سے اہمیت رکھتا ہے جو خدائی کائنات کو سلجھنے اور برتنے کے لئے ہے۔ مگر غالب کے یہاں یہ ارضیت صرف اس دنیا اور اس کے بسنے والوں کی عام خوشیوں اور محرومیوں، عام تشنگی اور سرشاری، روزمرّہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کی جذباتی اور ذہنی قوت اور شوق تمنّا، آرزو اور جستجو کی دنیا کے لامحدود امکانات اور ان گنت عجائبات کی وجہ سے اہم ہے... حسن بہرحال حسن ہے، خواہ مہربان ہو یا نہ ہو۔ دریا کی روانی بہرحال دلکش ہے خواہ آپ اس سے بجلی پیدا کر سکیں یا نہیں۔ آدمی بہرحال آدمی ہے اس لئے لائقِ احترام ہے اور لائق اعتراف، رنگوں کے اختلاف پر نہیں جانا چاہیئے، ان میں بہار کی کارفرمائی دیکھنی چاہیئے...

...فن نہ نشہ ہے نجات، یہ لفظ کے ذریعہ سے معنی کی تلاش اور معنی کی توسیع کے ذریعہ سے ذہن کی سیرابی کا ایک ذریعہ ہے.... غالب اور شیکسپیئر کی بڑائی اسی میں ہے کہ ان پر کوئی لیبل نہیں لگایا جا سکتا سوائے نظر کے، اور صاحب نظر اپنے پیش روؤں سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ روایت پرست نہیں ہوتا، روایت سے اسطرح کام لیتا ہے جیسے بادل نئی بجلی پیدا کر دیتے ہیں.....

..... شوخیٔ اندیشہ ... غالب کی اردو کو اور اردو کی ہندوستان کو دین ہے۔
اس شوخیٔ اندیشہ کی تربیت جدید ہندوستان کا ایک مقدس فریضہ ہے..!'
"ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں" (گیان چند)
" غالب پر جتنا زیادہ لکھا گیا ہے اتنا اردو کے کسی شاعر حتیٰ کہ اقبال پر
بھی نہیں لکھا گیا" (حالانکہ اقبال پر کم سے کم دگنا سرمایہ تو ہوگا ہی!) لیکن ان
کی عظمت کے عناصر سب نے تلاش کئے عظمت کے منافی عناصر کی تلاش کسی
نے نہیں کی۔ اس مضمون میں اسی کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ کوشش بھی ادھوری
سرسری سی ہے لیکن جتنی بھی ہے قابلِ قدر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
" غالب بڑا شاعر ہے لیکن کیا دیوان غالب کو عالمی معیار کی عظیم شعری کتابوں
میں شمار کیا جا سکتا ہے ... مجھے اس میں تامل ہے اشبہ ہے ... غالب کی
عظمت کی سب سے بڑی اہمیت اس کی متاع فکر ہے .... لیکن افسوس
ہے اس قسم کے عالی مقام اشعار زیادہ نہیں۔ میں ذیل کے انواع کو بڑی شاعری
میں شمار نہیں کرتا: مغلق اشعار (!)۔ ... حسین شعر لیکن محض اردو والوں کے
لئے جنھیں غیروں کی چشم و گوش سے بچا کے پڑھا جا سکتا ہے ... فرسودہ روائتی
مضامین کی بھرمار ... یہ کیا بات ہے کہ پورے دیوان غالب کا ترجمہ نہیں
کیا جاتا محض انتخاب پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر پورا کلام اردو
روایات سے ناآشنا کی زبان میں پیش کیا جائے تو تضحیک اور رسوائی کا سامان
ہو جائیگا ..... یہ دیوان غالب کیسی عظیم کتاب ہے جسے ہم پورے کا پورا
دوسری زبان والوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، شرماتے
ہیں" (!!) غالب کی زبان: اردو زبان کے ہندوستانی کردار کو مجروح کرنے
والوں میں نثر میں رجب علی بیگ سرور اور نظم میں مرزا غالب سرفہرست ہیں۔

غالب کے تخیل کے لئے ظرف تنگنا سے غزل ناکافی تھا۔ وہ اپنے دور کی ماؤف ادبی روایتوں میں اسیر تھے ۔ ۔ ۔ اگر وہ بیسویں صدی میں ہوتے تو اپنی فکر کی دولت کے ساتھ دوسرے اقبال ہوتے ۔ ۔ ۔ ۔ میں بانگ درا کی شعریت آمیز اور بال جبریل کی مفکرانہ نظموں پر نظر کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دیوان غالب کو کلیات اقبال کے اوپر تو در کنار برابر بھی کیونکر رکھا جا سکتا ہے ! مجھے صنفِ غزل ہی میں کچھ کھوٹ دکھائی دینے لگتا ہے ۔ مجھے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اپنی ریزہ خیالی اور کھکڑ بیانی کی وجہ سے غزلیات کا کوئی مجموعہ دنیا کی عظیم شعری کتابوں میں بہ مشکل جگہ پا سکتا ہے

"انسان نے خدا کو اپنے عکس کے مطابق تراشا ہے ـــــ غالب کا بھی یہی معاملہ ہے کہ ہر ذہین نقاد اپنے عکس کے مطابق غالب کی تشکیل کرتا ہے ۔ ان کے دیوان میں اپنے تمام محبوب خیالات ، نظریات اور فنی اسالیب دریافت کر لیتا ہے "

(نسخہ تمیدیہ : چند غلط فہمیوں کا ازالہ (ابو محمد سحر)

" شاعر : غالب نمبر " میں ابو محمد سحر کا یہ مضمون کسقدر رکمی کے ساتھ اور ۔ ۔ ۔ چند جملوں کے اضافہ کے ساتھ ہماری زبان لائق یہ مضمون اب یہاں درج ہے ۔

حیاتِ غالب ۔ ایک مطالعہ (انصار اللہ نظر) حیات غالب " مرتبہ مرزا اوورج ، ۱۸۹۹ : ۶ ء ـــ بہ نادم سیتاپوری (ماہ نو ، مارچ ۴ ۶۶) اور مہر (جولائی ۶۶۴) کے مضامین کے حوالے دینے کے بعد وحید قریشی انداز یہ اس کتاب میں آب حیات سے استفادے کے ثبوت فراہم کئے گئے ہیں ، خود مرزا اورج نے بھی آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کتاب دوسری جگہوں کے تراشوں پر مبنی ہے ۔

غالب ایک ایرانی کی نظر میں (شفیع کدکنی ۔ ترجمہ : کبیر احمد جائسی) میں اختصار

کے ساتھ ہمدردانہ تجزیہ ہے مرزا غالب ـــ ایک مطالعہ (نعیم احمد) میں متفرق باتیں ہیں جو مطالعہ کے دوران مصنف نے غالب کے بارے میں محسوس کیں۔ اور ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے: "میر اس سے بڑا شاعر ہے..... لیکن اس کی شاعری..... "دنیاداری" نہیں ہے اسی لئے میر کو غالب سے کم مقبولیت حاصل ہوئی۔ گذشتہ سو برس میں یا موجودہ زمانے میں غالب جن لوگوں کا محبوب رہا ہے وہ بھی اس کی طرح متضاد شخصیت کے حامل رہے ہیں۔ غالب کو ایسے تمام اشخاص نے پسند کیا ہے جو دنیا کے پیچھے بے تحاشہ بھاگے ہیں؛ جنھوں نے ریاکاری، خوبصورت فریب، کسی بھی ذریعہ سے شہرت، عزت اور کامیابی کے حصول کو اصولوں پر ترجیح دی ہے ایسے لوگوں کو..... اپنی کمزوریوں کا غالب میں جواز ملتا ہے....."

"خمخانۂ جاوید اور غالب" (عبدالقوی دسنوی) میں خمخانہ سے مرزا کے معاصرین اور تلامذہ کا حصہ نقل کر لیا گیا ہے"۔ بیدل اور غالب" (حسن عسکری بلکھنوی) پچاس صفحے کا سیر حاصل جائزہ ہے "غالب تحقیق ایرپل نول" (نازم سیتاپوری) "بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو" والی غزل کے سلسلہ میں ہے اور لکھا ہے کہ مالک رام کو اس کے بارے میں حقیقت سے آگاہ میں نے کیا تھا۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ "غالب کے کلام میں الحاقی عناصر" میں ۱۹۶۵ء میں میں یہ شائع بھی کر چکا ہوں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن ابو محمد سحر نے جنوری ۶۹ء میں میری تحقیق قطعاً نظر انداز کر کے از سرِ نو معاملہ کو چھیڑا ہے یہ تحقیق کے اصول کے منافی ہے، جس طرح مالک رام کا رد یہ غلط تھا۔

"دیوان غالب، نسخۂ بھوپال، کی کہانی: کتابت سے گمشدگی تک" (سید حامد

حسین) نسخۂ حمیدیہ کے نام سے معروف نسخہ کی مربوط مفصل اور دلچسپ کہانی ہے۔

غالب کی تین غزلوں پر تضمین از سخن دہلوی (محمد رضا) مکاتیب غالب اور ان کی ادبی افادیت (احمد ابراہیم علوی) غالب کی قصیدہ نگاری (بشیر بدر) غالب کا پیکرِ غزل (ذکار الدین شایاں)

حصۂ منظومات میں گیان چند کی "غالب کی غزل" "درد یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا وچہ دیں" کے مصرعہائے ثانی پر اولیں مصرعوں کی گرہیں دلچسپ ہیں۔

علیگڈھ میگزین: غالب نمبر

بشیر بدر کا مرتبہ ۲۲×۱۸ سائز کے ۲۷۸ صفحات پر مشتمل اور آداوہ اور گجرال کی تصاویر سے مزین، غالب اور جدید ذہن (آل احمد سرور)، آثارِ غالب: علیگڈھ میں غالب کی تحریرات، تصاویر اور دوسرے نوادر (مختار الدین احمد)۔

سرسید اور غالب (فرخ جلالی)، غالب کی شاعری میں شخصیتی کشمکش (ابن فرید)، یک عمر ناز شوخیٔ عنوان اٹھایئے (خلیل الرحمٰن اعظمی)، غالب کی حقیقت پسندی (سلامت اللہ خاں)، استفہامیہ ذہن (بشیر بدر) اس نمبر کے اہم مضامین ہیں اتنے اہم کہ جن پر گفتگو خاصی تفصیل چاہتی ہے، اس لئے پھر کبھی۔ اعظمی کا مضمون خصوصاً اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ غالب سے مستفاد بیسویں صدی کی کتابوں کے جتنے عنوان رکھے گئے ہیں انکا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مضمون کا عنوان بھی اس اعتبار سے بہت اچھا سوچا ہے۔ ہاں بعض نام چھوڑ دیئے تھے جو غالب سے مستفاد نہیں ہیں، بلکہ محض اتفاق ہے کہ

غالب کے یہاں، جیسے کہ بہت سے دوسرے شاعروں کے یہاں، یہ الفاظ بآسانی مل سکتے ہیں: دو نیم، خوناب، شبستان، آہنگ، دنام، گفتنی، شبِ غم، موجِ کوثر، ـــــ بقیہ مضامین یہ ہیں:۔
غالب کے نانا (مسعود حسین خاں)، غالب کے شعری اسلوب کا ایک پہلو (منظر عباس نقوی) غالب کی شاعری کا پس منظر: فارسی اثرات (وارث کرمانی) مضامین رشک (افتخار بیگم صدیقی) غالب کی شاعری میں رنگ اور روشنی کی تصویریں (ذکاء الدین شایاں)، دستنبو پر ایک نظر (کبیر احمد جائسی) استاد فن اور ادبی رہنما (آفتاب شمسی) غالب اور حدیث غم (انجمن آرا انجم)، غالب کا نفسیاتی شعور (سعید احمد صدیقی) غالب کا تصور محبوب (مرغوب حسن) غالب اور بیگم غالب (اعجاز اختر) تجھے ہم ولی سمجھتے (ریاض پنجابی) غالب غم دیدہ (نور احمد الدنی) کلام غلام میں فلسفہ اور تصوف (فریدہ خاں) غالب کی مقبولیت کے اسباب (نسیم فاطمہ)، غالب ـ شخصیت (امیر زہرا) غالب کا استفہامیہ ذہن (بشیر بدر) حیات غالب کی چند اہم تاریخیں (محمد ضیاء الدین انصاری) آخر میں علیگڈھ میگزین میں شائع شدہ غالب سے متعلق مضامین (بشیر بدر) کی فہرست بھی دی گئی ہے جس میں اصل فہرست تو ۴۹ء کے میگزین (غالب نمبر) ہی پر مشتمل ہے اس سے پہلے کے صرف ۱۱ مضمون ملے ہیں۔ یعنی، علیگڈھ میں بھی غالب کا یہ زور شور تازہ ہی قصہ ہے۔ یعنی آزادی کے بعد ــ جب اور کوئی ضروری کام نہ رہا تو غالب ہی سہی!!

[اس میگزین میں ایک حصہ میں علیگڈھ میگزین کی مختصر تاریخ بھی دیدی ہے اور میسر ایڈیٹروں کا ایک گروپ بھی]

مجموعی حیثیت سے کام کا نمبر نکلا ہے۔

سب رس (حیدر آباد)

محمد اکبر الدین صدیقی اور د۔ خلیل کا مرتبہ ۳۲۸ صفحات پر مشتمل غالب نمبر ستمبر/اکتوبر میں شائع ہوا ہے جس میں شعرا کے نذرانوں اور ڈاکٹر زور مرحوم کی مطبوعہ سرگزشتِ غالب سے "حیاتِ غالب" کے طور پر اقتباس، اور یوسف ناظم کے ایک مزاحیہ اور غالبیات میں نئے اضافوں پر نقد و نظر کے علاوہ مندرجہ ذیل تحریریں اس نمبر میں شامل ہیں:

غالب خستہ حال (سید محمد) غالب اور متنبی کا تقابلی مطالعہ (سید احتشام احمد ندوی) فارسی میں تاریخی نقشہائے رنگ رنگ (شکیل احمد صدیقی) مکاتیب غالب میں سماجی اور تہذیبی پس منظر (سلیمان اطہر جاوید) محمد حبیب اللہ ذکا (محمد عبد الرزاق بسمل مرحوم) میاں فوجدار محمد خاں اور غالب (سید حامد حسین بھوپال) ضامن کنتوری شارح غالب (اکبر الدین صدیقی کا نوٹ) غالب اور بیدل (سید محمد ضامن کنتوری) غالب نما: غالب پر مفید کتابوں اور مضامین کا جائزہ (صفی الدین صدیقی) [اس مضمون کے آخر میں ڈاکٹر سید وحید الدین کے انگریزی مضمون کے ترجمہ کا ذکر بھی ہے جو تحریک میں شائع ہوا تھا۔ اور ایک عالم خوند میری کا مقالہ غالب۔ فکر و فن۔ یوسف حسین خاں کی کتاب کے بارے میں یہ جملہ قابل ذکر ہے: "غالب اور آہنگِ غالب اردو غزل کے سرمائے پر کوئی اضافہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اول الذکر کے ابتدائی ابواب غالب کے سوانحی حالات پر مشتمل ہیں"۔] ویسے یہ مضمون غالب کے جائزے سے زیادہ خود غالب کے بارے میں ایک اچھا مضمون ہو گیا ہے غالب اور تصوف (معز الدین قادری) غالب ہندستانیت کے لباس میں (سید احتشام احمد ندوی)۔ غالب فارسی شاعری کے آئینہ میں (عبد الغنی فاروقی) لغات غالب (احمد علی خاں ادیب) [بعض الفاظ کے مخصوص مطالب جو غالب نے لیے ان کے بارے میں اچھا مطالعہ ہے] غالب۔ غالب (فرحت قمر) ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے

(فریدہ زین) غالب کی شعری بول چال (ختم الرمضان) غالب کے الفاظ میں تکرارِ صوت (محمد عرفان نگینوی) غالب کی ایک سعیِ لاحاصل (حامداللہ ندوی) [یہ کہ وہ ساری عمر فارسی میں تاہلیں، کہتے رہے، اور قدر اردو کی بدولت ہوئی۔ اس کی وجہ خود غالب بھی سمجھ نہ سکے، اور وہ یہ کہ اردو کی پشت پر فارسی کی مدد تھی، اور وہ اس وقت ایک ترقی پذیر زبان تھی جبکہ فارسی ایک خرچ شدہ قوت رہ گئی تھی۔ انھوں نے فارسی میں جو کچھ کہا اس کی حیثیت صدائے بازگشت سے زیادہ نہ تھی۔ وہ محض ایک معمولی مقلد تھے اور ان کی ساری فارسی شاعری ایک سعیِ لاحاصل تھی جس کو ایرانی تورانی اہلِ ہنر نے بھی کبھی کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ حالی نے بے شک انھیں بڑھایا مگر شبلی نے چاہے حالی کی رقابت ہی کی وجہ کیوں نہ ہو شعرالعجم میں ان کا تذکرہ تک نہ کیا!" یہ تبصرہ اہم ہے اور اس کی ہم زبانی فارسی کے ایک اور اسکالر امیر حسن عابدی کی گفتار میں بھی ملتا ہے (غالب کی عظمت: ص ۱۴۰)] غالب کا سماجی شعور (مبارز الدین رفعت) گنجینۂ معانی کا طلسم اور ماق الضمیر؛ غالب کے مختلف شارح، اور خود غالب کی شرح (ابو محمد سحر) نسخۂ حمیدیہ: ایک جائزہ (عصمت جاوید) [حمیدیہ پر ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے ان میں ایک حبیب احمد صدیقی کا مقالہ تو یاد آتا ہے باقی سب پر یہ مقالہ فوقیت لے گیا ہے، ہر پہلو سے تفصیلی بحث ہے] سید ہاشمی اور نسخۂ حمیدیہ (ہاشمی فرید آبادی کے دو مقالوں، مطبوعہ اردو، اکتوبر ۲۶ء و جولائی ۲۳ء کی تلخیص. مرتبہ عبدالقوی دسنوی) [اس سلسلے میں مرتب نے الناظر مئی ۱۴ء سے مولوی عبدالحق کی، انجمن ترقی اردو کی رپورٹ کا متعلقہ اقتباس بھی دیا ہے جس میں انجمن نے دیوان غالب کے ایک نفیس ایڈیشن کی اشاعت کا پروگرام بنایا تھا اس کی تفصیل ہے اس میں یہ منصوبہ بھی تھا کہ دیوان کے شروع میں اردو کے نامور انشاپردازوں سے ان کے بارے میں مضامین لکھوا کر شائع کیے جائیں: حیاتِ غالب پر نواب سعیدالدین احمد خاں طالب سے، شاعری کی خصوصیات پر نظم طباطبائی سے؛ فارسی اور اساتذہ فارسی کے اثر پر، شبلی سے؛ فلسفۂ شاعری

اور اس کا مقابلہ یورپ کے بعض نامور شعراسے" پر (علامہ) اقبال ہے؛ غالب کی شاعری کا اثر اردو زبان پر" شرر، اور وحید الدین سلیم ہے؛ اور نثر کی خصوصیات پر حسرت موہانی (اور مولوی صاحب خود) سے لکھنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اگلے مہینے کے الناظر میں مولوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا محمد علی نے غالب کے مزار کے لئے جو فنڈ اکٹھا کیا ہے اُسے دیوان غالب کی اشاعت کیلئے دیدینے کی ہماری تجویز کا ابھی انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ سید ہاشمی نے بعد میں لکھا کہ کسی مضمون نگار نے مضمون نہیں لکھا الگ سے ایک مضمون صرف رضا علی وحشت نے بھیجا تھا۔ اس دیوان کے مرتب ہاشمی ہی ہونے والے تھے!] خطوط نگاری میں مرزا غالب کا ایک پیشرو: بیخبر (اظہر علی فاروقی، مدیر شہپر الہ آباد:) غالب کا ایک شعر، جو پاکستان سے جاری ٹکٹ پر بھی غلط لکھا گیا (سعادت علی صدیقی) غالب کی شاعری میں عصری رجحانات (خلیل احمد) قربان علی بیگ سالک (میر سراج الدین علیخاں) غالب کی جدت پسندی (سہیل بیابانی) غالب اور دکن۔ (اکبر الدین صدیقی) ڈاکٹر ذاکر حسین کا دیوان غالب (شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی) سر عبدالقادر کا دیوان غالب (محمد حنیف شاہد) کیا مرزا غالب میر ممنون کے ممنون تھے (صاحبزادہ شوکت علیخاں) مرزا غالب کی جلکنی ڈلی (محمد حنیف شاہد) آگہی دام شنیدن ... (سید علی شاکر) غالب پر ایک انشائیہ جس میں حیا بجا غالب کے بارے میں تنقیدی اور تشریحی نکات بھی آ گئے ہیں۔ حفیظ قتیل کا ایک مختصر مضمون "غالب کی وارستہ مزاجی" الگ سے قابل ذکر ہے جس میں بڑی خیال انگیز باتیں کہی گئی ہیں اس کے آخری جملے یہ ہیں: "روایت کو توڑتے رہتے میں بھی روایت کا انداز آجاتا ہے تو وہ روایت کو بھی توڑنے لگتے ہیں اور روشِ خاص کو چھوڑ کر روشِ عام پر آجاتے ہیں۔ غالب بت شکن ہی نہیں خود شکن بھی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی شخصیت اور شاعری اپنی شدید انفرادیت کے باوصف کبھی کبھی عمومیت کی غیر صحت بخش فضاؤں میں بھی سانس لیتی ہوئی ملتی ہے، مگر اس سے ان کی شاعری کو فائدہ بھی ہوا کہ زندگی اپنے تمام محاسن و معائب کے ساتھ جلوہ گر ہو گئی۔" زندگی تضادات کی مسلسل آویزش سے عبارت ہے اس کا سارا حسن یا ہنگامہ اسی تضاد و تصادم سے ہے جو

زندگی کا تجزیہ ایک عضوی کل کی طرح کرتا ہے اس کی فکر میں بھی تضاد اور تنوع آجاتا ہے۔ غالب زندگی کے ہر کوچے سے آشنا تھے۔ اس ہمہ گیر تجربہ کا سبب بھی شاید ان کی آزاد خیالی اور آزادہ روی ہی تھی۔ پھر بھی آزادی اور بغاوت نایاب نہیں ہے؛ بغاوت سے بغاوت نایاب ہے۔ ایسی نایاب کہ اس وصف میں غالب کا شریکِ غالب ابتک تو نظر نہیں آیا۔ اسی وصف نے غالب کی شاعری کو اس قدر گمبھیر کر دیا ہے کہ اس کو سمجھنے کی کوشش غالب فہمی کا امتحان بھی ہے اور ضیافتِ ذوق کا سامان بھی؛"

مطالعہ (پٹنہ)

۹۶ صفحوں میں سے ۶۰ غالب پر ہیں جن میں مندرجہ ذیل مقالے ہیں۔

غالب اور بہار (قاضی عبدالودود) غالب (کلیم الدین احمد) غالب کی غزلگوئی کے پانچ دور (قاضی عبدالودود) غالب کے پسندیدہ اشعار خود ان کی نظر میں (عطا کاکوی) غالب کے بہاری شاگرد (خالد رشید صبا) صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھائیے۔ (یاران نکتہ داں) [مختلف ادیبوں نے غالب کے دس دس شعر انتخاب کر دیئے ہیں]

آج کل (دہلی)

شہباز حسین کا مرتبہ ۴۸ صفحات پر مشتمل، یہ نمبر فروری میں شائع ہوا جس میں شعری گلہائے عقیدت، یوسف ناظم کے مزاحیہ مضمون "غالب اور ملازمین سرکار" [جو سب رس میں بھی شائع ہوا ہے] عبدالقوی دسنوی کے انشائے نورچشم: نواب یار محمد خاں شوکت تلمیذِ غالب کی تصنیف [جو یقیناً غالب اور بھوپال کا ایک باب ہوگا!] سلیم اختر کے مقالہ غالب کی شاعری اور جنس" شمیم حنفی کے مقالہ میں ہوں اپنی شکست کی آواز" سجی حسن نقوی کے کسی قدر دلچسپ مقالہ "دلی کی سماجی زندگی خطوطِ غالب کے آئینہ میں" ضیا احمد بدایونی کے "محاورات غالب" اور مسعود حسین خاں کے مقالہ "کلامِ غالب کے صوتی آہنگ کا ایک پہلو" کے علاوہ ایک اہم مضمون منظور الحسن برکاتی کا بھی ہے "رسالہ عبدالکریم کا مصنف"؛ ان کے

نزدیک اسے غالب کی تصنیف ٹھہرانا صحیح نہیں، جیسا کہ مالک رام اور قاضی عبدالودود کا دعویٰ ہے۔ مضمون نگار نے جو خود ٹونک سے تعلق رکھتے ہیں تفصیلات فراہم کر کے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے اس کے مصنف عبدالکریم خاں عبدالصمد کی مانند وجود خیالی کے بجائے واقعہ تھے جو ٹونک سے تعلق رکھتے تھے اور جو مضمون نگار کے استاد حبیب اللہ فضائی کے نانا تھے۔ اس مضمون نے اس نمبر کو وقیع بنادیا ہے۔

فروغِ اردو (لکھنؤ)

نومبر۔ دسمبر ۶۸ کے مشترک شمارہ کے طور پر رسالہ فروغ اردو نے اپنا نذرانہ پیش کیا ہے جو ۲۳۲ صفحے کی غیر معمولی ضخامت اور سید احتشام حسین کی سفارشانہ تقدیم کے باوجود نذرانہ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اس میں مختلف لوگوں کے مختلف مضامین ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف کتابوں اور رسالوں میں شائع ہوئے انھیں جمع کر دیا گیا ہے۔ غالب نمبر نکلنے میں اس رسالہ نے سبقت کی یہی اس کی حیثیت کا گھر تعاون نہ نکالنے والوں کو خاصا مہنگا پڑتا۔ اس کا مقابلہ بڑی آسانی سے پاکستان کے العلم کے غالب نمبر سے کیا جا سکتا ہے۔

شبستاں: اردو ڈائجسٹ: دوسرا ایڈیشن۔

۳۵۴ صفحات پر مشتمل شبستاں کا یہ دوسرا ایڈیشن مندرجہ ذیل ماخوذ قسم کے مشتملات پر مبنی ہے: ملاقاتی کا انٹرویو (خیالی)۔ بہادر شاہ ظفر پر غدر میں کیا بیتی۔ غالب کے سفر (سجاد علیخاں اختر) خراجہائے عقیدت (عرش ملسیانی) حضرت غوث علیشاہ سے ملاقات (آرزو) غالب پر سرسید کا مضمون۔ غالب کی انتقال پر پہلا مضمون (مسعود رضوی) پہلا غالب پرست (محمد قاسم صدیقی) غالب کے لطیفے (روائی آسی) چاندنی رات کا غمخوار: نظم (شمیم کرہانی) حیاتِ غالب: چند ورق (محمد حسین آزاد) غالب کی شہرت کا راز (علیم اختر مظفر نگری) غالب

کی محبوبہ (حمیدہ سلطان) غالب کی بہو سے ایک ملاقات (حمید احمد خاں) [معظم زمانی عرف بگا بیگم سے جو عارف کی بہو تھیں جولائی ۱۹۳۸ء میں ایک ملاقات کی روداد۔ مضمون میں یوسف مرزا کے مدفن کا ذکر ہے: مسجد تہور خان میں] غالب کے اشعار کے کارٹون (وہاب حیدر) لخت لخت (بیدار) غالب کے شعر: یہ جانتا اگر تو الخ (فکر تونسوی) دیوان، قادر نامہ، عنبر مدحیہ کلام، انتخاب از تحقیقات آسی۔ غالب کے جعلی شاگرد (مالک رام) فیض بہ غالب: ایک انٹرویو۔ اکمل الاخبار میں غالب کے انتقال کی خبر۔ غالب سے مستفاد (کتابوں) کے نام۔ جب غالب نے اپنی ہتک عزت کا دعوی کیا (عبد الحق) دو صاحب طرز شاگرد: حالی اور اسمٰعیل (متین طارق) لکھنؤ کی دو رنڈیاں: زہرہ و مشتری، غالب کی دشمن (نادم سیتاپوری) ــــــ اور، فرقت کاکوروی کا مضمون "غالب کی برسی پر غالب کے نام کی تجارت" جس میں لکھا ہے کہ:

"فرقہ پرستی اور اردو کشی کا ٹھیکہ لینے کے بعد جب دلیش آزاد ہوا اور ملک کی قومی زبان پر اردو زبان کا بکرا صدقے کر کے اس کا گوشت چیل کوؤں کو دیا جا چکا: تاکہ قومی زبان نظر بد سے بچی رہے تو کچھ ستم ظریفوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ حضور اس کی ہڈیوں کو دیکھ لیا جائے کہ کوئی ایسی بوٹی تو لگی نہیں رہ گئی ہے جس میں جان باقی ہے اور چھپکلی کی دم کی طرح جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی وہ زمین پر رقصاں..."

"آخری مضمون" کے عنوان سے سلامت علی مہدی نے جو کچھ لکھا ہے اگرچہ غالب کی خامیوں پر زیادہ ہے خوبیاں پر کم لیکن ہر لحاظ سے اس قابل ہے کہ غالب صدی کے منتخب مضامین کے معیاری مجموعہ میں اسے بھی جگہ ملے۔

سب رس (۲)

یہ دوسرا نمبر ۸۰ صفحات پر مشتمل دسمبر میں شائع ہوا ہے۔ مضامین اگر درجۂ اول کے نہیں تو تیسرے درجے کے بھی نہیں ہیں، بس متوسط سے ہیں:

"غالب اور ابوالکلام: اردو کے دو انانیت پسند" (رضی الدین احمد) "خطوط غالب کی سوانحی، تاریخی اور ادبی حیثیت" (بشیر بدر) غالب کے کلام میں شوخی اور طنز و ظرافت (افتخار احمد ڈھولیاوی) غالب بحیثیت محقق: قاضی عبدالودود کے رد میں (محمد عبدالقادر اقعز عزیزی) غالب ایک عظیم شاعر (تاج الدین خان بیاجی) غالب میری نظر میں (محمد ایوب واقف) غالب اور نئی نسل (خواجہ شمیم الدین) اردو املا میں مرزا غالب کا اجتہاد (غلام رسول) غالب کی موج زیست (قیوم صادق)۔

تحریک: غالب نمبر

۸۵ صفحات پر مشتمل تحریک نے بھی اپنے ایک شمارہ کو غالب کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ لکھنے والے بآسانی نہیں مل سکے ہونگے، اس لیے اس پیشکش محمور سعیدی کا ترجمہ "دستنبو" ہی رہی جو ایک بار ۱۹۶۱ء میں تحریک ہی میں شائع ہو چکی ہے۔ خطوط غالب سے مولانا مہر نے غدر کی جو داستان مرتب کی ہے وہ اس کے شروع میں دیدی گئی ہے۔ اب شروع میں ۱۶ صفحے بچے اور آخر میں ۱۶ تو دس صفحوں میں تو غالب صدی کے موقع پر پریس انفارمیشن کے عطیات تصاویر وغیرہ اور ایک جلتا ہوا اداریہ، اور ۶ صفحے میں "غالب: مجتہد یا مقلد کے عنوان سے غالب نے فارسی شعرا سے جو استفادے کیے یا ترجمے کیے وہ یگانہ کی غالب شکن اور عندلیب شادانی کی "تحقیقات" سے نقل کر دیے ہیں۔

دستنبو کا ترجمہ اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ "غدر کے دوران غالب کے انقلابی کردار کی نشان دہی سب سے پہلے روسیوں نے کی ہے۔ ڈاکٹر اشرف اور دوسرے ترقی پسند حضرات نے اس سے کو بڑھایا ہے۔۔۔۔ اس شیش محل پر ایک پتھر دستنبو کا ترجمہ کر کے پھینکا گیا ہے۔

دوسرا پتھر یگانہ اور عندلیب شادانی کے منقولات ہیں، اور تیسرا پتھر آخر میں غالب کے عزیز شاگرد حالی پر وحید قریشی کے قلم سے ہے: "یادگار غالب میں محمد حسین آزاد کا حصہ" اس میں شک نہیں حالی نے اپنے پیشرو سے خاصا استفادہ کیا ہے، اور اس لحاظ سے یہ مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں

تاہم یادگارِ غالب کی اصل اہمیت غالب کی شخصیت کو مقبول بنانے سے زیادہ غالب کی شاعری کی عظمت اور نثر کی انفرادیت آشکار کرنے میں ہے اور یہاں وہ آزاد کو بہت پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ یہ تیسرا پتھر بھی دوسرے مشمولات کی طرح ایک شائع شدہ ماخذ سے بلا حوالے لے لیا گیا ہے۔ یہ وحید قریشی کی کتاب میں شامل ہے۔ اس طرح مجموعی حیثیت سے یہ نمبر غالب نمبر سے زیادہ غالب پر ایک لطیفہ ہو کر رہ گیا ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ کہتے ہیں یہ تعوذ پڑھنے سے عقبیٰ میں ثواب ملتا ہے اور دنیا میں برکت۔ ایڈیٹر محترم کو دنیا میں ثواب اور عقبیٰ میں برکت کے لیے اپنے اس نمبر کا آغاز کیسے کرنا پڑا ہے، آپ بھی دیکھتے چلیے:

> ”کہتے ہیں اسٹالن کے زمانے میں پشکن کا یادگاری ٹکٹ جاری کرنے کے لیے جب روس کے ایک آرٹسٹ سے ڈیزائن طلب کیا گیا تو اس نے اسٹالن کی ایک تصویر تیار کر دی جس میں اسے پشکن کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔“

چلیے ثواب طے ہو گیا، عذاب قارئین پر جو اسے واقعی غالب نمبر سمجھے!

شبستاں، اردو ڈائجسٹ

ڈائجسٹ ہونے کے ناطے ادھر اُدھر کی چیزیں جمع کر دی گئی ہیں، اور خوبصورت تزئین و آرائش کے ساتھ متداول دیوان غالب تمام کا تمام شامل کر لیا ہے، اور آخر میں نسخۂ حمیدیہ کا انتخاب بھی۔ گویا یہ دیوان غالب کا ایک اچھا نسخہ ہو گیا ہے۔ باقی چیزیں تو دوسری جگہوں سے لی گئی ہیں عام طور سے پڑھے لکھوں کی پڑھی ہوئی ہوں گی، عام قارئین کے لیے وہ بھی البتہ

ٹھیک ہی ہے۔

ایک تحریر حمیدہ سلطان کی البتہ پہلی بار شاید شبستان ہی میں نکلی ہے: "غالب کی محبوبہ" غالب کی رشتے دار ہونے کے ناطے حمیدہ سلطان نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ:

> "یہ سمجھ لینا مرزا پر بہت بڑا ظلم ہے کہ ان کی پوری شاعری کا مرکز ایک ڈومنی ہو سکتی ہے .... ایک شریف، پردہ نشین خاتون کا نام بھلا مرزا صاحب کی زبان پر کیسے آ سکتا تھا۔ میں نے اپنی نانی معظم زمانی بیگم باقر علی خاں سے سنا ہے کہ مرزا غالب کی ایک شاگرد ترکی نژاد خاتون شاعرہ بھی تھیں .... غالب کے ہر شعر میں جو دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے وہ اغلباً ترک کا عطیہ ہے۔

ایک مضمون عبدالرحمٰن بجنوری پر (محمد قاسم صدیقی) بھی نیا ہے، اور کسی قدر کارآمد اطلاعات کا حامل ہے۔

ہما، اردو ڈائجسٹ

یہ بھی عوام کے مطلب کی چیز ہے؛ اور شبستان کی مانند خواص کے لیے بالکل بے کار ہونے کے باوجود، عوام میں غالب کا چرچا کرنے کے لحاظ سے ایک قابلِ ذکر چیز ہے۔ عوامی سطح پر یہ دو ہی نمبر ایسے نکلے ہیں جنھوں نے کہ غالب کو گلی کوچوں میں زندہ باد کرا دیا ہے۔ رہی ادبی قدر و قیمت، یا غالبیات میں کوئی اضافہ، سو یہ بات نہ مرتبوں کے پیشِ نظر تھی، نہ ان پرچوں کو پڑھنے والوں کو اس کی توقع تھی!

علم و فن، اردو ڈائجسٹ

غالب کے ڈاک ٹکٹوں کی تصاویر سے بنایا ہوا سادہ دیدہ زیب سرورق سب سے پہلے توجہ مبذول کراتا ہے۔ ۲۴۴ صفحوں کے مشتملات میں رو برو بات چیت (انٹرویو) کا باب بہت اہم ہے۔ جس میں ناز انصاری نے امتیاز علی عرشی، مالک رام، فراق، خواجہ احمد فاروقی، رسل، بوسانی، یان مارک، شمل، ہمیتو دا، اور سوخا چیف سے غالب کی عظمت اور اہمیت کے بارے میں انٹرویو لیے ہیں۔ غالب کی عظمت ہی کے موضوع پر عابد رضا بیدار کی مرتبہ سیمنار رپورٹ ہے جس میں آل احمد سرور، عابد رضا بیدار، خلیل الرحمن اعظمی، نعمان صدیقی، وحید اختر، حسن عسکری، وارث کرمانی، شہر یار، کوثر چاند پوری اور صفدر علی، امیر حسن عابدی، عبد اللطیف اعظمی، صالحہ عابد حسین، عبد الخالق نقوی۔ عابد حسین، مالک رام، مختار الدین احمد، رشید احمد صدیقی، یوسف حسین خاں، آنند نرائن ملا، خواجہ غلام السیدین اور قاضی عبد الودود نے غالب کی عظمت پر اپنے اپنے افکار پیش کیے ہیں۔ پھر گری، ذاکر حسین، اندرا گاندھی اور فخر الدین علی احمد کی "غالب صدی" کی تقاریر ہیں، اور پھر غالب کے فارسی اُردو کلام اور خطوط کا انتخاب ہے؛ کچھ اور چیزیں بھی ہیں مگر وہ اِدھر اُدھر سے لی گئی ہیں۔

عمومی حیثیت سے یہ نمبر غالب کو سمجھنے کے لیے ایک اہم ترتیب ہے، اور غالب کے طالب علموں کے کام آنے والی چیز!

غالب صدی کی بہترین کتاب

غالب اور آہنگِ غالب

"غالب پر بے شک بہت کچھ لکھا گیا ہے، پھر بھی ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور شاعری کے متعلق پوری بات ابھی تک کسی نے نہیں کہی۔" یہ تو سب پوری بات کہنے کی پہلی کامیاب کوشش معلوم ہوتی ہے۔ "بعض تنقیدوں میں شاعر اپنے عہد کے سیاسی اور معاشرتی ماحول میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ اسے ڈھونڈنا پڑتا ہے کہ وہ کہاں ہے۔ وہ بے چارہ بے طرف واقعات کے طوماروں سے کبھی کبھی جھانکتا نظر آتا ہے، شرمایا شرمایا سا، معذرت کے ساتھ، کہ جیسے وہ معمول کے خلاف کوئی کام کر رہا ہو۔" زیر بحث کتاب اس سلسلے میں بھی توازن کا اچھا معیار دیتی ہے۔

غالب کی اہمیت کو مصنف نے بڑے ایجاز کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے: "غالب کے یہاں جو چیز ہمیں چونکا دیتی ہے وہ ان کی غیر معمولی تخیلی پرواز ہے... ان کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ان کا حکیمانہ طرزِ ادا بھی ہے۔ حکیمانہ نکتہ آفرینیاں ان کے کلام میں بکھری پڑی ہیں، جن سے ہماری فکر کو تازگی اور زندگی کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔"

آہنگِ غالب میں جس طرح غالب کا بھرپور مطالعہ کیا گیا ہے وہ ہماری مسرت اور بصیرت دونوں میں اضافہ کرتا ہے! اور غالب کی تفہیم کے سلسلے میں حالی کے ابتدائی معصومانہ، لیکن اولیں باقاعدہ اور مکمل مطالعہ کے بعد اور ان کے وحدہ لاشریک سائنٹفک ریمارکس کو چھوڑ کر، پہلی کوشش ہے جو تنقید و تشریح سے بڑھ کے تخلیق کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ اس میں مصنف کے وسیع مطالعہ، مغربی ادبیات پر گہری نظر، مشرقی علوم سے مسلسل ربط، تاریخ و تہذیب کے ہر موڑ سے

قریبی ماہرانہ واقفیت، اور اپنے گرد وپیش کو نظر میں رکھتے ہوئے قومی اور ملی
مسائل پر فکر پیہم کو خاصا دخل ہے۔ یہی وجہ ہے ہر صفحے پر ہمیں ایسے
فکر انگیز جملے ملجاتے ہیں جو بڑی سہولت سے چند لفظوں میں چند ورق
سمیٹ لیتے ہیں۔ مثلاً:

— "... لیکن غالب کی انگریزوں سے وابستگی افادی ہونے کے ساتھ ذہنی بھی تھی۔"

— "سید احمد خان نے مغربی لبرل ازم سے اجتماعیت اور عقلیت کے اصول
اخذ کیے، اور ریکے ساتھ سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید سے اجتہاد کا سبق سیکھا اور
تقلید جامد کی مخالفت کی۔ غرضکہ سید احمد خان کی ذات میں لبرل ازم اور مذہبی
اصلاح کے تصورات نے ہم آمیز ہو کر ایک زبردست ذہنی دھارے کا روپ اختیار کیا جس
کا اظہار بعد میں علی گڑھ تحریک کی شکل میں ہوا۔"

— "ظاہر ہے اس قسم کی زندگی میں نہ کبھی تضاد پیدا ہوں گے اور نہ کبھی الجھن پیدا
ہوگی۔ ذوق کو جذبات کی شدت سے اپنی عمر میں کبھی واسطہ نہیں پڑا۔ وہ نیک
تھے، اسلیے وہ بد ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ ان کے مزاج اور سیرت کی طرح ان کا ذہن
بھی اوسط درجے کا تھا جسکا پرتو ان کے کلام میں نظر آتا ہے۔ وہ اپنی معاشرتی
زندگی کی طرح اپنی شاعری میں محاورہ اور روزمرہ برتنے میں کامیاب رہے
لیکن انکی معمولی صلاحیت کے ذہن سے کسی بڑے تخلیقی کارنامے کی توقع ہی بیکار تھی۔"

— "غالب اردو زبان کے پہلے جدید شاعر ہیں.... ان کے یہاں جدید ذہن
کا شعور اور اسکا الجھاؤ اور تضاد ملتے ہیں۔ اسی لیے ہم انھیں اپنے سے بہت
قریب محسوس کرتے ہیں۔ ان کے ہمعصروں میں کوئی شاعر ایسا نہیں جو دائمی طور پر اپنے آپ
سے الجھتا رہا ہو، اور جسکا ذہن دائمی طور سے حرکت کی حالت میں ہو، بغیر کسی منزل کی نشاندہی کیے ہوئے۔"

کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ شروع کے دو باب غالب کے زمانہ اور انکی شخصیت کے تفصیلی تجزیے ہیں، اور حقیقت یہی پوری کتاب کی جان ہیں۔ آخری تین ابواب ہی عشق، تغزل اور حکیمانہ شاعری کے عنوانوں کے تحت ان کے کلام کی دلآویز تشریح ہے جسمیں "اردو غزل" کا مضمون چھایا ہوا ہے

پہلے حصے میں غالب کے نسب پر جسطرح بحث کی ہے اور بالآخر انہیں ددھیال کی طرف سے زعفرانی اور ننھیال کی طرف سے کشمیری (وہ بھی زعفرانی) ثابت کیا ہے پھر آگے چل کر غالب کے دادا کی تاریخ آمد کے تعین کے سلسلہ میں جو دلآویز گفتگو کی ہے، اس نے اس پورے حصے کا ایک انداز، ایک سطح اور ایک معیار متعین کرکے خاصے کی چیز بنا دیا ہے۔ تحقیق کو تنقید میں کسطرح پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور کسطرح دونوں کو ایک اچھی ادبی کوشش میں سمویا جا سکتا ہے۔ خصوصاً غالب کے بارے میں جو اب تک محض تحقیق یا محض تنقید کا ڈھیر لگتا رہا ہے اسکے بالکل برخلاف اتنے وسیع پیمانہ پر تحقیقی تنقید یا تنقیدی تحقیق کا نمونہ یوں شاید ہی کہیں ملتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ ایک کارنامہ ہے۔ اور جب اسکے ساتھ ایک وسیع النظر مورخ کا تاریخی شعور بھی مل جائے تو اردو دنیا میں یہ ایک Break-through ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ محض تشریحی اور اسلئے نسبتہً ہلکا ہونے کے باوجود جا بجا اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ مصنف کا اردو غزل کا مطالعہ کتنا اچھا ہے اور شعر کی شرح کرنے میں کس آسانی سے رسائی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ بیچ بیچ میں ان کے فکر انگیز بلیغ جملے تبصروں کو مزید قیمتی بنا دیتے ہیں۔ مثلاً: "سیدھے سادے روزمرہ میں محاورہ کا چٹخارہ تو ممکن ہے لیکن "گہرے تصورات" کو بیان کرنا ممکن نہیں جنکا تعلق ذہنی زندگی کی اونچی سطح سے ہو" — "غالب شاعری کو آتش کی طرح مرصع سازی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایک روحانی اور طلسمی چیز جسمیں قدسی کا عنصر شامل تھا۔"

"غالب کو اس کا احساس تھا کہ اعلیٰ درجہ کے آرٹ میں خارجیت اور داخلیت، شعور اور
تحت شعور، فکر اور تخیل، اور بیداری اور خواب میں فرق و امتیاز باقی نہیں
رہنا چاہیے جس کی نسبت انھوں نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے:

ہزار حیف کہ رہتا نہیں کوئی غالب   جو جاگنے کو ملا دیوے آ کے خواب کے ساتھ"

مصنف نے بھرپور جمالیاتی انداز نقد کا پورا لطف اٹھانے کے لیے چوتھے باب میں
لفظ و معانی اور نغمہ کی پرچھائیاں کے ذیلی عنوانوں کو ملاحظہ فرمائیے گا۔

اشعار کی تشبیہ و تاویل اور تشریحیں جا بجا ملتی ہیں ان کی چند مثالیں پیش
کرنا چاہتا تھا لیکن جگہ کی کمی تو اب یہ تقاضا کر رہی ہے کہ جو باقی باتیں کہنی
ہیں انھیں بھی قاضی صاحب محترم (قاضی عبدالودود) کے انداز بیان کی طرح مختصر کر دوں:

(۱) دو شعروں کے مطالب پر نظر ثانی چاہیے: منظر اک بلندی پر الخ (جس کا متن بھی غلط ہے) اور
خون ہو کے جگر الخ (۲) تنقید ادبی تحقیق کو کمزور کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اس میں تین جگہ
جھول آ گیا ہے: حالی مرحوم کے تذکرے میں ـــــ دلی کالج کی مدرسی کے واقعہ میں
ـــــ نامہ کے اس مشورے کے سلسلے میں کہ حیدرآباد جایئے (۳) معاصرین سے اثر قبول کی
بات اسالیب یا افکار کی تفصیل ضروری تھی تاکہ خود غالب کی فکر کا [illegible] ملتی
(۴) سرسید کی آئین اکبری پر تقریظ کی اہمیت کو [illegible] پہلی بار احتشام حسین نے واضح
کیا ہے اس کا اعتراف ہونا چاہیے (۵) بعض امور جو حاشیہ میں آنے چاہئیں وہ متن میں
آ گئے ہیں: سرسید اور عقیدہ تعدد پر بحث (ص ۳۴، ۴۹-۵۰) حکومت رشیدآباد و رشید خاں (ص ۵۹)

(۶) مصنف کا انداز بیان دلکش ہے صرف محاورے تھوڑے کم ہوں تو اچھا ہے۔ ص ۲۹-۲۸ کے
صرف دو صفحوں میں سات محاورے ہیں (۶) بعض کتابت کی بعض اشتباہی غلطیاں مثلاً: محمد و علی و مجسم رحمۃ للعالمین
(ص ۳۳) شہنشاہ زخم دوری درست کارم (ص ۲۴) غلام دستگیر مہر (ص ۵) اور اسی قبیل کے
حاشیے [illegible] (ص ۳) بجائے غلام رسول مہر و مآثر الحنفیہ۔ اسی طرح ص ۱۰، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۹ میں۔
(۷) معاصروں میں مصنف نے صرف قاضی عبدالودود سے استفادہ کیا ہے (۸) اشاریہ کی ترتیب پر نظر ثانی چاہیے۔

GHALIB STUDIES

Abid Raza Bedar

Rampur Institute of Oriental Studies
1969